گنجینۂ صداقت

الصدق ینجی والکذب یہلک

گنجینہ صداقت

جس میں

جھوٹ کی تعریف اور تقسیم اور اس کا شجرۂ نسب بیان کر کے بتلایا ہے کہ جھوٹ اور سچ کی اصل حقیقت کیا ہے اور پھر ہر ایک فرقے پر مفصل بحث کر کے ظاہر کیا ہے کہ ہمارے کاروبار اور دماغ پر عملی طور سے کیا برا اثر پڑ رہا ہے اور اس کے چھوڑنے کی مناسب تدابیر علاج بتلائے ہیں وغیرہ وغیرہ

مصنفہٗ

سردار احمد خان صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر نہر رئیس موکل ضلع لاہور
جنرل سیکرٹری موکل محمڈن فیملی ضلع لاہور

۱۹۰۳ء

... پریس لاہور میں طبع ہوئی

قیمت ۱۲ / ر

تعداد جلد ۱۰۰۰

گنجینۂ ظرافت

ظرافت اگرچہ دلچسپ اور انٹرسٹنگ مضمون ہی تو اس سے بڑھ کر مفید بھی ہی۔ مگر افسوس ہی کہ ایشیا تو درکنار یورپ اور امریکہ کے عالموں کو بھی خیال نہ آیا کہ اس شریف علم کی تکمیل کیجائے۔ جس عدم توجہ کے سبب وہ مفید نتائج جن کی ضرورت تھی اس علم سے پیدا نہ ہوئے۔ اور وہ بگڑتا بگڑتا فحش کی طرف متنزل ہوتا چلا گیا۔ اِسی پر کیا منحصر ہی۔ جس علم کے کوئی مکمل قواعد نہ ہوں اُسکی اسی طرح مٹی پلید ہوتی جاتی ہی۔ مصنف کو اپنی موکل محمڈن فیملی کی اصلاح کے واسطے اسکو علم کی صورت میں لانے اور اسکے قواعد اصول منضبط کرنے کی ضرورت پڑی۔ تین سال تک یہ رسالہ ہماری فیملی کے ممبروں کے ہاتھوں میں رہا۔ جب اسکو مفید پایا گیا تو پبلک کے سامنے اسواسطے پیش کیا جاتا ہی کہ اس سے فائدہ اُٹھاویں اور اسکی تقسیم اور اصطلاحات اور تعریفات کو غور سے دیکھیں اور مصنف کی محنت کی داد دیں۔

ایک مفصل دیباچہ دیکر ظرافت کے اغراض بتلائی گئے ہیں اور پھر اس کے تین باب نقاہت۔ ظرافت۔ ہزل تجویز کر کے انکی بہت سی اصطلاحات بتلائی گئی ہیں اور ۲۱۰ لطیفہ درج کر کے ہم سے اوپر لطیفوں کے نتائج نکال دیئے ہیں۔ کہ اُن سے کیا کیا فوائد اور نقصان پہنچے۔ غیر زبانوں میں ترجمہ کر کے دُوسرے مُلکوں میں بھی اِس کے پھیلانے کی تجویز ہو رہی ہی۔ اُمید ہی کہ بہت جلد غیر ملکوں میں بھی اس کی اشاعت ہو جاویگی۔ یقین ہی کہ علم دوست مصنف کی اس دماغ سوزی اور جدت طرازی کی داد دینگے

قیمت فی جلد ۲؎ علاوہ محصول ڈاک

المشتہر

موکل محمڈن فیملی ضلع لاہور (پنجاب)

فہرست مضامین گنجینہ صداقت

نمبر	نام مضامین	صفحہ
۱	ہندوستان کی کمزوری کے اسباب۔	۵
۲	خلاف واقعہ کس کو کہتے ہیں۔	۶
۳	مبالغہ کی تعریف اور تقسیم۔	//
۴	خُلف کا بیان۔	//
۵	جھوٹ کی تعریف۔	۷
۶	جھوٹ کے نام۔	//
۷	جھوٹ کا شجرہ نسب۔	//
۸	جھوٹ کی تقسیم۔	//
۹	جھوٹ ہندوستان میں کس طرح سے پھیلا	۹
۱۰	ہم جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔	۱۰
۱۱	جھوٹ اور سچ کی ضرب الامثال اور انکی تشریح۔	۱۲
۱۲	سچ کے فوائد۔	۱۴
۱۳	چند بزرگوں کے حالات۔	۱۵
۱۴	ایک بزرگ کا قصہ۔	//
۱۵	امام اعظم صاحب کا واقعہ۔	۱۶
۱۶	پیغمبر صاحبؐ اور حضرت ابوبکرؓ صاحب کا واقعہ	//
۱۷	جھوٹ چھٹ بھی سکتا ہے یا نہیں۔	۱۷
۱۸	جھوٹ کے نقصان۔	//
۱۹	جھوٹ کے چھوڑنے کی مناسب تدبیر۔	//
۲۰	اصول جنپر اس رسالہ کا دارمدار ہے۔	۱۹
۲۱	**باب اول** - جنمیں جھوٹ بولنے کی اشد ضرورت بتلائی جاتی ہے۔	۲۰
۲۲	دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔	//
۲۳	ڈاکٹروں اور طبیبوں کا بیمار کی بھلائی کے واسطے جھوٹ بولنا۔	۲۵
۲۴	بچوں کے بھلانے اور صلاح کیواسطے جھوٹ	۲۷
۲۵	میاں بیوی کے معاملہ میں جھوٹ۔	۳۰
۲۶	ایک آدمی نے جھوٹ سے میاں بیوی میں کسطرح صلح کرائی	۳۲
۲۷	ایک راستباز نے کس طرح صلح کرائی۔	۳۲
۲۸	دو دوستوں کے درمیان صلح کرانے میں جھوٹ	۴۰
۲۹	دو بادشاہوں کے مقابلہ میں جھوٹ۔	۴۲
۳۰	**باب دوم** - متبرک جھوٹ جسکو عام لوگ جانتے ہیں کہ جھوٹ بولنا برا ہے مگر اُسکے ارتکاب سے نہیں بچتے۔	۴۶
۳۱	عدالت کی کارروائی میں جھوٹ۔	۴۶
۳۲	وکیلوں کا جھوٹ۔	۴۹
۳۳	دلالوں کا جھوٹ۔	۵۱
۳۴	باہم معاملات اور کارخانہ داروں اور کمپنیوں کا جھوٹ	۵۳
۳۵	ایک بنئے کا قصہ جس نے دیوالہ نکالا تھا۔	۵۵
۳۶	عام دوکانداروں کا اپنے گاہکوں اور خریداروں سے جھوٹ	۵۷
۳۷	ساہوکاروں کا اپنی آسامیوں کیساتھ جھوٹ	۶۰
۳۸	آقا اور ملازموں کا جھوٹ۔	۶۲
۳۹	پولیس کی کارروائی میں جھوٹ۔	۶۳
۴۰	افسروں اور ماتحتوں کا جھوٹ۔	۶۴
۴۱	اُستاد اور شاگردوں میں جھوٹ۔	۶۷
۴۲	شاعروں ناول نویسوں اور قصہ گویوں کا جھوٹ	۶۹
۴۳	رشیوں منیوں اور ظاہردار صوفیوں اور سجادہ داروں و رہنماؤں کا جھوٹ۔	۷۱
۴۴	والدین اور اولاد اور بزرگوں اور خوردوں میں جھوٹ	۷۲
۴۵	جہازیوں اور سیاحوں کا جھوٹ۔	۷۵
۴۶	تاریخ لکھنے والوں کا جھوٹ	۷۶
۴۷	مصلحان قوم کا جھوٹ۔	۷۸
۴۸	**باب سیوم** خفیف جھوٹ۔	۸۰
۴۹	ہماری معمولی بات چیت میں جھوٹ۔	//
۵۰	ہماری خط وکتابت میں جھوٹ۔	۸۲
۵۱	ظریفانہ جھوٹ۔	//

دیباچہ

اَلصِّدقُ یُنجِی — وَالکِذبُ یُهلِکُ

کہاں ہیں ہمدردان قوم جو ہمیشہ ہندوستان کی کمزوری پر بحثیں کرکے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں - کہ ہماری کمزوری اُس وقت تک نہیں نکل سکتی جب تک کچھ کرکے نہ دکھلائیں - بیشک یہ مقولہ آب زر [illegible] گا [illegible] کہنے والے ہزاروں چھوڑ لاکھوں ہیں مگر کرکے کوئی نہیں دکھلاتا سے لکھنے کے لایق ہے - [illegible] بیشک ہمارے خیالات میں بلند پروازی آگئی ہے مگر ڈھنگ سر کا اُڑانا نہیں آیا - کبھی کوئی پھنستا ہے تو اُس کو اپنے ہی خیالات آدبوچتے ہیں - اور اکثر تو منہ نہ کھولا تھا کہ صیاد نے (بے پر باندھنے آیا) کا مصداق بن جاتے ہیں - اور اگر کسی نے اُڑ کر ایک آدھی منقار ڈالی تو جہالت کا پردہ آنکھوں میں آپڑا - اور جھٹ بے تمیزی کے جال میں آپھنسے - افسوس یہ ہے کہ اُن سے ہم کو غیرت بھی نہیں ہوتی - اور اگر ہوتی ہے تو اُلٹی - کہنے لگتے ہیں میاں جانے بھی دو جھگڑے بکھیڑے - اپنے سڑے بسے گھونسلہ میں ہی ٹانگ پھیلا لو - لوگوں کے سبز باغوں کی طرف نہ جاؤ - ان تمام امورات پر جب ہم غور کرتے ہیں تو اُس کا اصلی سبب صرف جھوٹ ہی ہے - اُس نے ہمکو ایسا سڑایا ہے کہ نہ تو ہمارا دماغ ایسا رہا کہ اس کی ٹٹول کو معلوم کرسکے - اور نہ کوئی مجرب علاج ہی ہاتھ آیا ہے کہ ہماری اصلی حسّیں عود کر آویں - عرصہ چار سال کا ہوا کہ مینے جھوٹ کے نقصانات جو ہمارے کاروبار اور جسم اور دماغ پر بُرا اثر ڈال رہے ہیں صرف اپنے خاندان کی اصلاح کے واسطے لکھے تھے بعض دوست تو حسن و ز سے مینے یہ رسالہ لکھا تھا - تقاضا کر رہے تھے کہ ضرور اسکو چھپوانا چاہئے - مگر چونکہ ہمارے اپنے خاندان کے ممبروں کی رائے اُسکے چھپنے کے واسطے نہیں ہوئی تھی - اُنکا قول تھا کہ پہلے ہم اپنے خاندان میں دیکھیں اسکا کیا اثر ہوتا ہے - جب تک خود نظیر بن کر نہ دکھلایا جاوے اُسکا کچھ اثر نہیں پڑیگا خداوند کریم کا بھی حکم ہے - لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفعَلُونَ یعنی کیوں وہ بات کہتے ہو جسپر تمہارا خود عمل نہیں بھلا جب ہمارا خود اُسپر عمل نہیں ہوگا تو دوسروں پر کیا اثر پڑیگا - اگر زیادہ سے زیادہ اثر پڑیگا تو وہی جو ہمپر پڑا ہوا ہے بھلا اُس سے کیا فائدہ - اُس میں ایسے اصول اور قواعد بتلائے گئے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ جو کوئی اُسکو پڑھیگا اس پر بہت کچھ اثر پڑیگا - اور بعض مضامین تو ایسے دردناک ہیں کہ خواہ کوئی کیسا ہی دل رکھتا ہو اُسکو پڑھ نہیں سکیگا اور آبدیدہ ہو کر رہ جاویگا ؛

پبلک کا خیر خواہ سردار احمد ڈپٹی کلکٹر نہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مقدمہ

مجھے عرصہ سے خیال پیدا ہو رہا ہے کہ میں ہندوستان کی کمزوری کے اسباب کو تلاش کروں اور اپنی سمجھ کے موافق اُن کا علاج بتلاؤں۔ جب مینے کمزوری کے اسباب کو گننا اور اُنکو سلسلہ وار ترتیب دینا شروع کیا۔ اور اُن کے اسباب اور علاج پر غور کیا تو مجھے صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ ان تمام امورات کا انتظام اور انصرام اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہم میں پورے طور پر راستی کا جوہر نہ بھر جائے۔ مگر راستی کا بھرنا اُس وقت تک بہت مشکل ہے جب تک ہم اپنے آپ کو جھوٹھ سے خالی نہ کریں ۔

پھر مینے غور کیا کہ جھوٹھ کا نکال ڈالنا ممکن بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ بہت سے مستند اقوال اور ضرب المثلیں مشہور ہیں۔ جن سے بعض مقامات پر جھوٹھ کے جواز کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور جو اچھے اچھے سمجھدار ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ کسی ضرورت کی وجہ سے جھوٹھ کا استعمال مباح ہے اور دن بدن یہ حالت ہوتی جاتی ہے کہ لوگ جھوٹھ سے اپنا کام نکالنا فخر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جہاں جھوٹھ ہوتا ہے وہاں متفقہ کوششیں کام ہی نہیں کر سکتیں۔ ایک دوسرے پر بھروسہ رہنے سے عمدہ عمدہ جذبات زایل ہو جاتے ہیں۔ عموماً لوگوں کے دلوں میں خیال تو پیدا ہوتے ہیں کہ فلاں کام کریں۔ فلاں کارخانہ جاری کریں۔ فلاں فیکٹری میں حصہ لیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بھروسہ کس پہ کیا جاوے تو پھر وہ خیال پانی کے بلبلے سے زیادہ دیر تک قایم نہیں رہتا۔ چند گذشتہ واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں۔ جنمیں بعض تو ایسے افسوسناک ہیں کہ سُنکر دل کانپ جاتا ہے۔ عموماً یہ تو ہم سمجھ چکے ہیں کہ جب تک ہماری متفقہ کوششیں کام نہ کریں۔ ہم آسانی سے اپنے ملک میں زندگی کی ضروریات مہیا نہیں

کر سکتے - اور نہ ہماری حالت سنور سکتی ہے۔ کیونکہ اُس کے انصرام اور انتظام کا مادہ ہم میں پیدا نہیں ہوا۔ اور جب تک ہم اُس پر کامل غور نہ کریں آئندہ بھی اُس کے پیدا ہونے کی امید معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہمارے دماغ جھوٹھ نے گندے کر دئے ہیں۔ جس سے ہماری تمام حسیں قریباً باطل ہو گئی ہیں۔ اُس کا علاج ہے تو صرف راستی ہی ہے۔ اگر ہم نے سمجھ کر اختیار کر لی تو ہم نے اپنی کامل اصلاح کر لی۔ ورنہ جھوٹھ ہمکو جہاں چاہے گا لیجائیگا۔ اور جس نکبت اور افلاس کے گڑھے میں چاہیگا ڈال دیگا۔ خداوند ارحم کر۔

اب ہم اس مضمون کو ذرا بسط کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اول جھوٹھ کے نام۔ دوم جھوٹھ کی تعریف اور تقسیم - سوم۔ جھوٹ کسطرح ہندوستان میں پھیلا۔ چہارم ہم جھوٹھ کیوں بولتے ہیں۔ پنجم۔ جھوٹھ اور سچ کی بعض ضرب المثلیں۔ ششم۔ سچ کے فوائد۔ ہفتم۔ جھوٹھ چھٹ بھی سکتا ہے یا نہیں۔ اگر چھٹ سکتا ہے تو اُس کا علاج کیا ہے۔

جھوٹھ کے نام دروغ - کذب - خلاف واقعہ - مبالغہ - خلف۔

کذب اور دروغ تو سیدھے نام جھوٹھ کے ہیں۔

خلاف واقعہ خلاف واقعہ یہ ہے کہ کوئی چیز واقعہ ہی نہ ہوئی ہو یا جس طرح پر کوئی واقعہ ہوئی ہو اُس طرح پر بیان کرنا۔ اگر کسی نے ارادتاً ایسا کیا تو جھوٹھ ہو جائیگا۔ اور اگر کسی وجہ سے مغالطہ ہو گیا تو اُس کو جھوٹھ نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً کسی نے رسی کو سانپ سمجھ کر سانپ کا اظہار کیا تو گو خلاف واقعہ ہے۔ مگر جھوٹھ نہیں ہے۔ اسی طرح پر جو ہمارے متقدمین سے فلسفہ وغیرہ کے مسائل میں کوئی غلطی واقعہ ہو گئی تو یہ جھوٹھ نہیں ہے۔ پہلے بھی اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔ اور آئندہ بھی ہوتا چلا جائیگا۔ اگر اس پر بھی جھوٹھ کا اطلاق کریں تو آئندہ تحقیق اور ایجاد کا مادہ زائل ہو جاویگا۔ ہمکو تو اُن کا مشکور رہنا چاہیئے۔

مبالغہ کسی کی صفات محمودہ یا مذمومہ کو اس طرح بیان کرنا کہ عقل یا عادت کو مستبعد یا محال معلوم ہو۔ اگر عقل اور عادت میں ممکن ہو تو اُس کا نام مبالغہ تبلیغ ہے۔ اور عقل کے نزدیک ممکن اور عادت میں ناممکن ہو تو مبالغہ اغراق ہے۔ اور اگر عقل اور عادت دونوں میں ناممکن ہو تو مبالغہ غلو کہتے ہیں۔ اگر ارادتاً وقوع میں آئیں اور صرف دھوکہ دینا منظور ہو۔ جیسا عموماً خوشامد میں ہوتا ہے تو یہ بھی جھوٹھ ہے۔

خلف خلف وعدہ خلافی کرنا۔ خیر اور نیکی میں تو وعدہ بولا جاتا ہے اور وعید شر و بدی اور سزا کا وعدہ۔ اگر کسی نے کسی کو کسی چیز کے دینے کا سچا وعدہ کیا۔ مثلاً یہ کہا کہ میں تمکو کل سو روپیہ دونگا اور نہ دئے یا پہلے ہی سچا وعدہ نہیں دیا تھا تو یہ جھوٹھ ہے۔ یا کسی کو کہا کہ میں تجھکو

سو کوڑے مارونگا - اور نہیں مارے یا پہلے ہی سے اُس کے دلمیں یہ نہیں تھا کہ مجھے یہ سزا دیتی ہے تو جھوٹھ ہو جائیگا - ہاں اگر کوئی ایسی صورت آپڑے کہ اُس کے پاس وہ روپیہ ہی نہیں رہا یا ضایع ہو گیا ہے - اور پھر جس کے ساتھ وعدہ کیا تھا اُس سے معقول عذر معاذرہ کر لیا تو جھوٹھ نہیں رہا - اور وعید کا بھی قریبًا وہی حال ہے - اگر اُسنے کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے حکم کو تبدیل یا معاف کر دیا ہے تو یہ جھوٹھ نہیں ہے ؛ شعر

وَاِنِّي وَاِنْ اَوْعَدْتُهٗ اَوْ وَعَدْتُهٗ	لَمُخْلِفُ الْمِیعَادِی وَ مُنْجِزُ مَوْعِدِیْ
اگر مینے اُسکے ساتھ وعید کیا ہے یا وعدہ	تو میں اپنے وعید کی مخالفت کرنیوالا ہوں اور وعدہ کا دوام

جھوٹ کی تعریف

اگر ایک شخص کوئی لفظ یا الفاظ کنایتًا یا اشارتًا اس طرح پر استعمال کرے کہ جنکو وہ جانتا ہے کہ اُس کا مفہوم واقعہ کے خلاف ہے تو کہینگے کہ اُس نے جھوٹ کا ارتکاب کیا اور اُس کے مرتکب کو جھوٹھا اور دروغگو اور کاذب کہتے ہیں ؛

جھوٹھ کی تقسیم

اس وقت جھوٹھ کی تقسیم اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ ہم استقرائے سب کو نہیں گن سکتے - اس واسطے ہم اُس کے قواعد بھی صحیح طور پر نہیں طیار کر سکتے - اور اگر اس وقت کے واسطے کچھ قواعد بنا بھی لیں تو امید نہیں ہے کہ پھر آئندہ کسی زمانہ میں وہ کامل مان لئے جاویں - کیونکہ ہمیشہ نئے سے نئے جھوٹھ دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں - اگر اس کمال کی کوئی قدر ہوتی تو اُس کے کمال تک تو ہم چڑھ چکے تھے - جس طرح برائیوں کی تقسیم اور تفصیل بے شمار ہے اسی طرح جھوٹھ کی بھی کوئی حد و نہایت نہیں - کیونکہ عمومًا تمام بدیاں جھوٹھ سے ہی شاخ در شاخ ہو کر پھیلتی ہیں - کاہلی اور سستی - بے سمجھی - جھوٹھ کی والدہ ماجدہ ہیں - کمزوری - بدعہدی - بددیانتی - زمانہ سازی - دغا - مکر - فریب ریا - اس کے لڑکے لڑکیاں ہیں - غرور - بغض - حسد - زنا - جھگڑہ - فساد ؛ اُس کے پوتے اور غیبت - دشمنی - نااتفاقی - ضد - بے اطمینانی - خودغرضی - بدگمانی - دھوکا بازی - بدزبانی - یہ سب اُس کی پوتیاں نواسیاں ہیں ؛

ہم ان تمام امورات پر غور کر کے اس طرح پر تقسیم کر لیتے ہیں ؛

اوّل اپنی اور دوسرے کی بھلائی یا صرف دوسرے ہی کی بھلائی کے واسطے جھوٹھ بولنا جس میں بظاہر کسی کا بھی نقصان نہ ہو ؛

دوم - اپنی بھلائی اور دوسرے کے نقصان کے واسطے ؛

سوم - صرف دوسرے کا نقصان مدنظر ہو خواہ اُس میں کچھ اپنا بھی نقصان ہو جاتے ؛

چہارم - نہ اپنا کچھ فائدہ ہو اور نہ دوسرے کا نقصان ؛

اور بھی اُس کی تقسیم ہو سکتی ہے۔ مثلاً اپنا نقصان ہو اور دوسرے کی بھلائی ؛

اپنی اور دوسرے کی بھلائی یا صرف دوسرے ہی کی بھلائی کے واسطے جھوٹھ بولنا جسمیں بظاہر کسی کا بھی نقصان نہو

اسکی نظیر یہ ہو سکتی ہے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کو کوئی نصیحت اُس کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے تو اُس نے اپنے دل سے ایک کہانی بنا کر اُس کو سُنائی۔ گو وہ ممکن الوقوع تو ہے مگر اُس کی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی تو بعض لوگ یہ کہنے لگینگے کہ اِس میں کوئی برائی نہیں بلکہ اُس کی اولاد کی اصلاح ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جب اُس کی کوئی نظیر موجود ہی نہیں ہے۔ اور نہ دنیا میں کوئی فرد بشر اُس کی نظیر بن سکا ہے تو ناصح میں وہ بات نہیں ہو سکتی۔ جب ناصح خود اُس کا عامل نہیں ہے تو سُننے والوں پر اُس کا کیا اثر پڑیگا۔ جب ہم کوئی ایسا قصہ اپنے بچوں کے سامنے بیان کرنے لگتے ہیں تو اُن کا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا یہ ٹھیک واقعہ ہے۔ اُن کے ابا جان اُس کے اس عجیب سوال کی بابت کچھ غور تو کرتے نہیں بلکہ بچہ کو یقین دلانے کے واسطے کہتے ہیں ہاں یہ بالکل سچا واقعہ ہے۔ میرا چشم دید ہے وغیرہ وغیرہ۔ میرے خیال میں اگر بچہ کوئی سچی کہانی بھی سنکر ایسا سوال کر بیٹھے تو اُس وقت عبرت پکڑنی چاہئے کہ ہم کیوں ایسے کمزور دماغ میں ایسی بڑی بات داخل کرنی چاہتے ہیں۔ ایسی نصائح اُس کے اندر ڈالنی چاہئیں کہ جنکو وہ ہضم کر سکے۔ دنیا میں بہت تھوڑی ایسی چیزیں مفت مل سکتی ہیں۔ جیسے سودمند نصائح اور نیک صلاحیں اور خصوصاً بزرگوں سے جو چھوٹوں کو ملتی ہیں وہ بڑی ہی دریادلی اور فیاضی سے تقسیم ہوتی ہیں۔ اس واسطے سُننے والوں کے دلوں میں اُن کی قدر منزلت نہیں ہوتی۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ جو چیزیں مُفت ملتی ہیں خواہ وہ کیسی ہی قیمتی ہوں اُن کی قدر قیمت بہت گھٹ جاتی ہے۔ جیسا اربعہ عناصر۔ اور یہ بھی بات ہے کہ ناصح بننے میں ایک قسم کی بزرگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک شخص دوسرے کو نصیحت کر کے اپنی حکومت جمانا چاہتا ہے اس واسطے اس کا اثر بہت کم پڑتا ہے۔ پس بچہ کیلئے بڑھ کر نصیحت یہ ہے کہ اُس کے والدین اور لڑکے بالے نوکر غلام وغیرہ جن میں وہ رہتا ہے لائق ہونے چاہئیں۔ بچہ میں اخذ کا مادہ بڑھا ہوا ہوتا ہے اُنہیں کی تقلید کرتا جائیگا۔ اور اگر زبانی یا تحریری کوئی نصیحت کی بھی جائے تو سیدھے اور صاف الفاظ میں ہو۔ اور کثیر الوقوع نظائر سے اُس کی تشریح ہو۔ گو اس قسم کے جھوٹھ میں بالفعل کوئی بڑا نقصان معلوم نہیں ہوتا۔ مگر آہستہ آہستہ بہت سے نقصان پیدا ہوتے جاتے ہیں ؛

اپنی بھلائی اور دوسرے کے نقصان کیواسطے

اس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چوری دغا فریب وغیرہ وغیرہ سب اسی کے

نکلے ہیں۔ جس قدر جرموں کے ارتکاب میں اُس نے مدد دی ہے اُس سے بڑھکر اُس نے اُن جرموں کی سزاؤں سے بچنے کا راستہ بتلایا ہے۔ اُسی کی روک تھام کے واسطے قانون بنے۔ سوسائٹیاں قایم ہوئیں۔ مگر کوئی قرار واقعی انتظام نہ ہوسکا ؀

صرف دوسرے کا نقصان مدنظر ہو خواہ اسمیں کچھ اپنا بھی نقصان ہو جائے

یہ بھی ظاہر ہے۔ حسد۔ ضد۔ جھگڑے فساد اس سے پیدا ہوئے اخلاق کا اُسنے ستیاناس کر دیا ؀

نہ اپنا کچھ فائدہ ہو اور نہ دوسرے کا نقصان

اس کی بھی بسط سے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لغو۔ بیہودہ۔ عجیب وغریب غیر مرئی ذی حیات اور غیر ممکن اشیا کا وجود اُس نے پیدا کیا۔ اس وقت تک بھی دفتر کے دفتر ہمارے ہندوستان میں موجود ہیں۔ جنھوں نے ہمیں بزدل بنایا اور ہمارا دماغ اس قدر ٹھوس کر دیا کہ ممکن اور غیر ممکن کی تمیز ہی نہ رہی ؀

جھوٹھ کی تقسیم۔ سفید اور سیاہ بھی کرتے ہیں۔ سفید تو بالکل کھلا ہوا جھوٹھ ہے اور سیاہ جس پر کچھ دن پردہ پڑا رہتا ہے۔ اُس سے زیادہ تباہی آتی ہے۔ جتنی زیادہ دیر میں جھوٹ کھلتا ہے اُتنا ہی وہ زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے ؀

جھوٹھ ہندوستان میں کس طرح سے پھیلا

جھوٹھ کئی طرح سے پھیلتا ہے۔ مگر ہمارے ہندوستان میں کم عقلی اور کمزوری سے پھیلا۔ پہلے پہل جب ہندوستان کی کمزوری کے ظاہری نشان نہیں تھے۔ اور ہندوستان اپنے مقابلہ میں کسی کو کوئی چیز نہیں سمجھتا تھا۔ اُسی وقت سے ہمارے راجہ مہاراجہ۔ امیر و نواب بلکہ خود بادشاہ بھی بیکار ہو گئے۔ جب دن کاٹنے مشکل ہو گئے تو بہت واہیات کھیل تماشے پیدا ہو گئے۔ جس سے قصہ گووں کی قدر منزلت بڑھنے لگی۔ ہزاروں طرح کے خلاف واقعہ۔ قصہ کہانیاں اختراع ہوئیں۔ ہمارے امیروں اور رئیسوں کو اُس کا ایسا چسکہ پڑا کہ کھانے اور طعام سے بھی زیادہ ضروری اور لذیذ معلوم ہونے لگا۔ اُس کے بغیر کسی وقت بھی اُن کو چین نہیں پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ نیند بھی اس بغیر نہیں آتی تھی۔ قصہ گوؤں میں جھوٹھ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ مجسم جھوٹھ ہو گئے تھے۔ ہر وقت ان سے ایک نئی کہانی سُن لو۔ پھر یہ تقریر میں سے نکل کر تحریر میں آیا۔ نثر اور نظم میں اس قدر مبالغہ شروع ہوا کہ ادنے ادنے آدمیوں کے واسطے القاب اور آداب معاذ اللہ خدا سے بھی دو دو ہاتھ اونچے بڑھا دئے۔ چاند اور سورج معشوقوں کے پانی بھرنے لگے۔ نظم نے نیچر اور قانون قدرت کی ایسی مٹی پلید کی کہ ہزاروں بے پایاں سمندر بے دلوں کی آنکھوں سے بہ نکلے۔ اُس کی روک تو کسی نے نہ کی بلکہ اُس کی قدر بڑھاتے ہی چلے گئے

اُس وقت تک افلاس کا دور دورا نہیں ہوا تھا۔ اور یہ بھی بات تھی کہ کچھ معلوم بھی نہیں تھا کہ روپیہ کیا چیز ہے۔ بلکہ جس قدر ہو سکتا تھا اُس کی بُرائی میں تمام فصاحت۔ بلاغت خرچ کیجاتی تھی۔ ہندوستان پر ہی کیا منحصر ہے۔ سولھویں صدی سے پہلے ہزار برس تک فلسفہ تمام دنیا کو یہی تعلیم دیتا رہا کہ در اصل روپیہ کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ روپیہ کیا بلکہ تمام دنیا کے عیش و آرام اور ترقی تبدیلی سے بھی نفرت دلاتا رہا۔ ہمارے ہندوستان میں تو اور بھی زیادہ ابتری پھیلتی گئی۔ کہ باوجود عیش و عشرت کے بڑھنے کے پھر بھی روپیہ کی کچھ قدر نہ ہوئی۔ اُس وقت تک معاملات میں جھوٹ نہیں تھا۔ صرف ایسا کھلا کھلا جھوٹ تھا کہ اُس زمانہ کے لوگوں نے بظاہر اُس میں کوئی بُرائی نہ پائی۔ اُس کے بعد انگریزی حکومت کا دور دورہ ہوا۔ اور انگریزی کی تعلیم شروع ہوئی۔ اپنی تحریر اور تقریر کے مقابلہ میں وہ بالکل پھیکی اور بدمزہ معلوم ہوئی۔ بھلا انگریزی میں وہ نمک مرچ کہاں تھی۔ اُس کی نثر میں جیسی سادگی تھی اُس سے زیادہ نظم میں نیچر اور قانون قدرت کی کھلی کھلی باتیں بھری ہوئی تھیں خطوں اور مراسلوں اور خریطوں میں صرف سر اور مائی ڈیر کے بغیر کوئی سلام مقرر نہ تھا۔ بھلا اُس کو اپنے کمالات پر جو صدیوں میں حاصل ہوئے تھے کس طرح ترجیح دیتے لیتے۔ آہستہ آہستہ زمانہ تبدیل ہوتا گیا۔ کمزوری اور افلاس بھی بڑھتا گیا۔ اور ہمارے کانوں میں لکھ پتی اور کروڑ پتیوں کی آواز آنے لگی۔ ناجائز اور ناواجبی حرص بڑھتی گئی۔ پھر جس قدر ہم نے جھوٹ اور طوفان سیکھا ہوا تھا وہ سب معاملات میں اُتر آیا۔ آخر اتنی مدت کی محنتوں اور مشقتوں سے حاصل کی ہوئی چیز کو کہاں پھینک دیتے۔ اور اگر ہم اُس کو پھینکنا بھی چاہتے تو بھلا وہ ہم سے کس طرح جدا ہو سکتا تھا ہم پیچھے اور وہ دونوں (افلاس اور جھوٹ) ہمارے پہلو بہ پہلو چلے آئے۔ ہم سے تو دونوں بڑھ گئے۔ مگر یہ ہمکو معلوم نہیں کہ اُن دونوں میں سے کون آگے بڑھا۔ جھوٹ یا افلاس۔ وہ تو اپنا اپنا ڈنکہ بجاتے ہیں ؛

جھوٹ اور سچ کی ہمکو پہچان ہی نہ رہی۔ ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ لکھ رہے ہیں سچ لکھ رہے ہیں مگر کیا معلوم۔ اگر کوئی سادگی سے سچ بولتا بھی ہے تو اُس کو ہم سیدھا اور صاف بے وقوف سمجھتے ہیں ؛

اس وقت کوئی قوم یا پیشہ ور یا غیر ایسے نہیں معلوم ہوتے کہ جنکو راستی کا خطاب دیسکیں بلکہ کوئی متنفس بھی نہیں معلوم ہوتا کہ جو سچے کی تعریف میں آجائے۔ یہ تو موجودہ حالت ہے۔ آئندہ معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔ خداوندا رحم کر ؛

ہم جھوٹ کیوں بولتے ہیں

ہم کہتے ہیں کہ جھوٹ کا ارتکاب یا تو بے سمجھی اور دماغ کے

فتور سے ہوتا ہے یا کمزوری ہے۔ اس سے ہمکو شبہ ہوتا ہے کہ پہلے کمزوری آئی اور اُس کے بعد جھوٹھ۔ اور جہاں ہم نے جھوٹھ کا شجرہ نسب بیان کیا ہے اُس سے جھوٹھ پہلے معلوم ہوتا ہے اور کمزوری پیچھے۔ سچی بات یہ ہے کہ جھوٹھ نے ہمارے حافظ کو کچھ ایسا کمزور کردیا ہے کہ کچھ یاد نہیں رہتا۔ پہلے کیا کہا تھا اور اب کیا۔ اور اب یاد دلانے سے یاد بھی آگیا ہے۔ تو یہ یاد نہیں کہ پہلے ہمنے ایسا کیوں کہا اور پیچھے کیوں۔ اس وقت تو دونوں لازم ملزوم معلوم ہوتے ہیں۔ کمزوری نے جھوٹھ جنا اور جھوٹھ نے کمزوری کو۔ مگر ہمکو اس باہمی تعلق کا کوئی نام نہیں ملتا۔ کہ اس رشتہ کے لحاظ سے اُن کا کیا نام رہا:

اکثر کہتے ہیں زیادہ تر جھوٹھ ہمکو ہماری کمزوری سکھلاتی ہے۔ اور یہ ہے بھی سچ۔ مگر جس قدر میرے سامنے مثالیں بیان کی جاتی ہیں اُن کا وقوع تو زیادہ تر جھوٹھ سے ہی ہے ایک معزز عہدہ دار نے بتلایا کہ میں ایک یورپین آفیسر کی پیشی میں تھا۔ صاحب نے مجھ سے کہا کہ فلاں آدمی کو بلواؤ۔ میں باہر آیا۔ مگر کام کار کی مصروفیت نے مجھے بھلا دیا۔ میں تھوڑی دیر بیں صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا کہ کوئی آدمی اُسکے بلانے کے واسطے بھیجا تو مجھے کہنا پڑا کہ ہاں بھیجا ہے۔ اور پھر مینے باہر آکر جلدی سے ایک آدمی روانہ کردیا۔ اگر میں اسوقت یہ کہدیتا کہ میں بھول گیا تو ضرور میرا نقصان ہوتا۔ تو مینے پوچھا کہ یہ تم مانتے ہو کہ تمہارا قصور تھا پھر تمکو اپنے قصور کی کیا سزا ہوئی۔ جواب۔ سزا تو کچھ نہیں ہوئی۔ البتہ ندامت تو ہوئی۔ راقم۔ یہ کافی سزا نہیں ہے کیونکہ اس ندامت کو صرف تمہارا دل ہی جانتا ہے۔ اس سے کوئی نظیر نہیں قایم ہوسکتی کہ ہمیشہ کے واسطے تمکو یاد رہے۔ اور اور لوگ بھی اُس سے عبرت پکڑیں۔ جس قدر تمہارے دل میں ندامت موجود ہے اُسی قدر بلکہ اُس سے زیادہ جھوٹ سے بچ جانیکی خوشی موجود ہے۔ چونکہ لوگوں کو معلوم ہے کہ ایسے مقامات پر جھوٹھ کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں تو وہ جھوٹھ کثرت سے بولنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح اُن کا حافظ خراب ہوجاتا ہے۔ یہ بالکل صحیح مثال ہے۔ دروغگورا حافظہ نباشد ؛ انسان جب خلاف واقعہ باتیں صرف اپنے دل سے گھڑ لیتا ہے تو دماغ اُس کو ضبط نہیں کرسکتا۔ آہستہ آہستہ اُسکی گرفت کی قوت کمزور ہوتی جاتی ہے۔ جب کوئی واقعی بات بھی اُسکے سامنے پیش ہوتی ہے تو وہ اچھی طرح جذب ہونے نہیں پاتی۔ اور رفتہ رفتہ یہ حالت یہانتک پہنچ جاتی ہے کہ قوت حافظہ بالکل بیکار ہوجاتی ہے۔ اس بیکاری حافظہ سے اُن کو چنداں نقصان نہیں پہنچتا۔ جھوٹ کا ایک علیحدہ مرکز دماغ میں پیدا ہوجاتا ہے وہ اُس کے کام کو چلائے جاتا ہے۔ مگر یہ بہت ہی برا مبادلہ ہے:

دوسری مثال۔ الف اور ب دو دوست ہیں۔ اور ج الف کا دوست ہے۔ اور اُسکی

ب کے ساتھ عداوت ہے۔ معلوم نہیں پہلے دوستی تھی یا ہمیشہ سے عداوت چلی آتی ہے۔ ب اور ج ایک دوسرے کے نقصان کے درپے ہیں۔ اور ب اور ج کی بعض باتوں کا حال الف کو معلوم ہوتا ہے۔ ایک روز ج نے الف سے پوچھا کہ فلاں معاملہ کو تم جانتے ہو۔ اگر الف یہ جواب دیتا ہے کہ میں یہ نہیں بتلا سکتا تو بھی ج اُس راز سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر کہتا ہے کہ مجھے علم نہیں تو جھوٹھ ہے۔ اور اگر اُس معاملہ کی اصلی حالت بتلا دیتا ہے تو فریقین کا بکثرت نقصان ہوتا ہے ÷

اس کے ظاہری الفاظ ایسے ہیں کہ اگر کسی کو جھوٹھے فتوے دینے کی عادت پڑی ہوئی ہو تو جھٹ کہدے کہ اُس کو جھوٹھ بول دینا چاہئے۔ مگر ہم تو جب تک یہ معمہ کی صورت میں ہے اُس کا کچھ جواب نہیں دیسکتے۔ ہاں اتنا معلوم کر سکتے ہیں کہ مستفسر صاحب کا دوستانہ کچھ جھوٹھ سے رہا ہے۔ ورنہ ایسے واقعات بے ترتیب دماغ میں نہیں آسکتے۔ جب تک ہم کو الف۔ ب۔ ج کے طبایع اور تعلقات اور وجہ کا حال معلوم نہ ہو تو کیا جواب دیسکتے ہیں۔ جس واقعہ کو آپ چھپانا چاہتے ہیں کیا وہ کوئی ناجائز کارروائی ہے۔ کہ اُس کے کھل جانے سے فریقین کو بکثرت نقصان پہنچتا ہے۔ عداوت ایک دوسرے میں کیوں ہوئی۔ کون حق پر ہے کون ناحق پر ہے۔ اُسکے بتلا دینے میں بتلانے والے کا کیا نقصان ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے امور ہیں کہ جب تک اُن سب کی تحقیقات نہ کی جاوے کچھ فیصلہ نہیں دیا جا سکتا ÷

ہم مجملاً کہہ سکتے ہیں کہ راستباز ان جھگڑوں قضیوں سے پاک ہوتا ہے نہ اُس کے آگے کوئی ایسی بات کہتا ہے کہ جسکے کھل جانے سے کسی کو ڈر ہو۔ اور اگر کوئی کسی پالیسی سے کہتا ہے تو راستباز کو خدا نے اسقدر عقل دی ہوئی ہے کہ وہ ایسی شرارتوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اور دوسرے آدمی بھی اُس کو تاڑ جاتے ہیں کہ مطلب سعدی دیگر است۔ پس وہ بھی بے اثر ہوتا ہے۔ راستباز کا رعب اور وقار اسقدر بڑھ جاتا ہے کہ جھوٹھے۔ دغاباز۔ فریبی اُس سے کنارہ کش ہوتے جاتے ہیں۔ اسی واسطے کہا کرتے ہیں کہ کوتوال کا اس قدر ڈر نہیں ہوتا جس قدر سچے کا ہوتا ہے۔ کمزوری اور بزدلی کے علاوہ اور بھی جھوٹھ بولنے کے بہت سے محرکات ہیں مثلاً جیت کی خاطر جھوٹھ بولنا۔ خود غرضی۔ ذاتی نفع یا مقابلہ کے واسطے اور حسد اور عداوت۔ نخوت۔ خودپسندی۔ خودستائی وغیرہ وغیرہ کے لئے جھوٹھ بولتے ہیں ÷

جھوٹھ اور سچ کی ضرب الامثال

اول۔ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ (سعدی)

دوم۔ جھوٹھ وقت کی بیٹی ہے۔ (فرانس)

سوم۔ سچ کے پیچھے ایسے نہ لگے چلو کہ لات مار کر تمہارے دانت

توڑ دے - (فرانس)

چہارم - سچ نت اور جھوٹھ رُت - (ہندی)

پنجم - الصدق ینجی والکذب یھلک - (عرب)

ششم - اتبع الکذاب لباب الدار - (عرب)

ہفتم - جھوٹے کو اُس کے گھر تک پہنچانا چاہئے - (ہندی)

ہشتم - ایک جھوٹ کے پیچھے دس جھوٹ لگے ہوئے ہوتے ہیں - (فرانس)

نہم - جھوٹ کتنا ہی تیز رفتار ہو سچ اُسکو پکڑ ہی لیتا ہے - (فرانس)

دہم - جھوٹھ ٹیکس نہیں دیتا - (فرانس)

یازدہم - دروغ گو را حافظہ نباشد - (ایران - فارس)

دوازدہم - کوتوال کا اس قدر ڈر نہیں ہوتا جس قدر راستباز کا ہوتا ہے - (ہندی)

علاوہ اسکے اور بھی بہت سے اقوال ہیں کہ میاں بیوی کو رضاجوئی اور دو آدمیوں میں صلح کرانے کے وقت بچّوں کے بہلانے اور ڈاکٹروں اور حکیموں کا اپنے مریضوں کے ساتھ شادی کی ضرورت کے لئے - گو مرکھشا واسطے ظالم کے ظلم سے بچنے کے واسطے وغیرہ وغیرہ اقوال ہیں - جنکا اثر ہمارے دل میں جما ہوا ہے :

اوّل - چار ضرب المثلیں ایسی ہیں جن سے بعض وقت جھوٹھ کی ضرورت ثابت ہوتی ہے - مگر جب تک ہمکو کوئی اونکی مثالیں نہ بتائی جاویں تب تک اُن پر کوئی رائے قایم نہیں ہو سکتی - البتہ اول ضرب المثل کی ایک حکایت لکھی ہے اُس پر بحث کر کے فیصلہ دیا جا سکتا ہے چنانچہ آئندہ اُس کا ذکر آجاویگا :

پنجم - صاف ہے جب تک اُس سے کوئی اختلاف نہ کرے وہ صحیح ماننے کے لائق ہے :

ششم و ہفتم - اگر کوئی جھوٹھ بولے تو جہاں تک ہو سکے اُس کو اُس کا جھوٹھ دکھلا دینا چاہئے - اگر ہم کسی کا جھوٹھ سنکر خاموش ہو رہتے ہیں تو وہ اپنے دلمیں سامع کو بیوقوف سمجھتا ہے اور خود عقلمند بنتا ہے - اور پھر ہمیشہ جھوٹھ پر بڑھتا جاتا ہے - جہانتک ہو سکے نرمی کے الفاظ سے کام لیا جاوے :

ہشتم - بالکل سچ ہے اگر کوئی ایک جھوٹھ بولتا ہے تو اُس کے ثبوت کے واسطے دس بلکہ زیادہ جھوٹھ بولنے پڑتے ہیں :

نوہم - یہ بھی بالکل صحیح ہے - جھوٹھ خواہ کتنا ہی سوچ سمجھکر بولا جائے مگر آخر وہ ظاہر ہی ہو جاتا ہے - اس میں بڑے بڑے لوگوں نے کوششیں کیں مگر ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہا

خبر ایسے آدمیوں کے جھوٹوں پر برس چھ ماہ پردہ تو پڑا رہتا ہے۔ مگر وائے بر حال ما کر ایسے جھوٹ بولتے ہیں جو ایک رات بھی نہیں پکڑتے ؛

دھم۔ اگر جھوٹ ٹیکس دیتا تو پھر رونا ہی کیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اُس کے واسطے کوئی سزا مقرر نہیں۔ سزا صرف اس کے واسطے ہے جو جرم قانون کی حد میں آجائے گو مذہب نے اُس کے واسطے سزا تجویز کی ہے۔ مگر وہ بھی قیامت اور پرلوک کی سزا ہے اُس کو ہم لوگ ایک لمبا وعدہ خیال کرتے ہیں ؛

جبتک اُس کے واسطے دنیا میں کوئی سزاء مقرر نہ کی جائے تب تک انتظام ہونا مشکل ہے۔ ہاں ہماری سوسائٹی چاہے تو اس کا علاج کر سکتی ہے ؛

یازدھم ودوازدھم۔ کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اور جوڈا کٹروں اور میاں بیوی وغیرہ کے جھوٹ جائز بتلائے جاتے ہیں اُنکی آگے علیحدہ بحثیں لکھی جاوینگی ؛

سچ کے فوائد

راستی موجب رضائے خدا است۔ کس ندیدم گم شد از راہ راست ؛ راستی کے اگر فوائد بیان کرنے لگیں تو ہم اُنکو گن نہیں سکتے۔ راستی سے اُسی وقت تک ڈر معلوم ہوتا ہے جب تک ہم میں وہ پورے طور پر آ نہ جائے۔ جب آدمی راستباز ہو جائے تو ہزاروں فوائد کا مالک بن جاتا ہے۔ کاہلی اور سستی اُس کے پاس پھٹکتی نہیں۔ محتاط دیانتدار۔ تمام عیبوں سے پاک ممتاز معزز۔ تمام جھگڑے فسادوں سے پاک ذی سمجھ۔ ذی وقار۔ ناواجبی تعلّقات سے الگ تھلگ۔ بہت سے غم وافکار سے نجات پانیوالا اُسکے کام اور پیشہ میں برکت۔ ناواجبی سفارشوں سے بری الذمہ۔ تمام کاموں کو سوچ سمجھکر احتیاط سے کرنے والا۔ قوانین نافذہ کا پابند۔ جزا۔ سزا اور عذاب۔ ثواب اور آواگون وغیرہ سے رہت۔ حسن معاشرت اور اکانمی کے اصولوں پر چلنے والا۔ سب لوگوں کا اُس پر بھروسہ صحیح الجسم۔ صحیح الدماغ۔ قوی حافظہ۔ اُس کا دماغ ایسا روشن اور صاف ہوتا ہے کہ انتقال ذہن اور استنباط اور استخراج نتائج کا اُس میں اعلےٰ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا اُس پر اُلٹی کی وہی ضرب المثل صادق آتی ہے۔ کہ دنیا میں عافیت سے رہنے کے واسطے۔ باز کی آنکھیں۔ گدھے کے کان۔ بندر کا چہرہ۔ سوٗر کی تھوتھنی۔ اونٹ کے کندھے۔ ہرن کی ٹانگیں چاہئیں۔ پس اس میں وہ تمام صفات پیدا ہو جاتی ہیں جنکی انسانوں کو ضرورت ہے ؛

چند بزرگوں کے احوال جنکا معتبر ذرایعہ سے پتہ ملتا ہے

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ جو اپنے مریدوں کی اصلاح میں مشغول تھے اُن کے پاس ایک مشہور ڈاکو نے (جس میں تمام عیب بھرے ہوئے تھے اور اُس کی حالت کو تمام لوگ جانتے تھے) آکر سوال کیا کہ کوئی مفرد دوا میری نجات کے واسطے بھی آپکے پاس موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں اگر تو اپنے عیوب کو چھوڑ دے اُس نے جواب دیا کہ سب عیب تو مجھ سے نہیں چھوٹ سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ اُن میں سے تین چار چھوڑ دے۔ اُس نے کہا کہ نہیں۔ ایک عیب جسکو آپ کہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ جب وہ اس اپنے وعدہ پر پکا ہوگیا تو آپ نے فرمایا جھوٹھ چھوڑ دے۔ اُس نے بڑی خوشی سے منظور کرلیا اور پختہ وعدہ کیا کہ آئندہ خواہ کچھ ہی ہو جائے جھوٹھ کا ارتکاب نہیں کرونگا۔ آپ نے فرمایا بھی۔ کہ یہ مشکل ہے۔ مگر اُس نے بڑی دلیری سے کہا کہ میں اسقدر زبردست اور قوی ہوں کہ تمام علاقہ مجھسے کانپتا ہے کیا یہ ادنے سی چیز بھی میرے بس کی نہیں۔ اکڑتا اور جھولتا ہوا چلا گیا۔

دوسرے مریدوں نے ازراہ تعجب پوچھا کہ ہم کو دو دو تین تین سال آپ کی صحبت میں گذر گئے۔ ہمارا تو ہنوز روز اول ہے۔ اور ایک ایسے مشہور بد معاش کے واسطے ایک ذراسی بات میں نجات کا دروازہ کھول دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ابھی نوخیز ہو۔ ابھی گرم و سرد زمانہ کا بہت کچھ دیکھنا باقی ہے۔ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ جسقدر استقلال کا ضروری مادہ پیدا ہونا چاہیئے تم میں پیدا ہوگیا ہے۔ تو تمہارے واسطے بھی اُسی قدر کافی ہوتا۔ گو وہ اس وقت تمام عیبوں سے بھرا ہوا ہے مگر اُس کا بیک بون (ریڑھ کی ہڈی) ایسا بڑھا ہوا ہے کہ وہ ضرور اپنے وعدہ پر قایم رہیگا۔ دوسری رات اُس نے ایک قافلہ کو روکا تو اُس کو کئی طرح کے خیال پیدا ہوئے۔ اگر حاکم وقت نے مجھ سے اُس کا حال پوچھا تو سچ بتانا پڑیگا۔ جان سے جاؤنگا۔ پھر ایک دوسری جگہ مالک کی بے خبری میں اُس کا مال لینے لگا تو بھی وہی خیال پیدا ہوئے کہ جس کسی کو یہ مال دونگا۔ وہ مجھ سے پوچھیگا کہاں سے لایا۔ ایک دن زنا بالجبر کا موقعہ ہوا تو کچھ کچھ سوچنے لگا۔ غرض جب کسی فعل بد کا ارادہ کرتا تو سچ اُس کو آدباتا۔ پندرہ بیس روز کے بعد پیر صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کی برکت سے تمام عیب چھوٹ گئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ہوا تمہاری اپنی برکت اور ہمت سے ہوا۔ ہمارا کام تو صرف راستہ بتلانے کا تھا۔ پندرہ بیس روز پیر صاحب کے پاس رہکر اپنے کام کاج میں مصروف ہوگیا۔ اور پھر اس قدر شہرت پائی کہ دور دور تک

اُس کی سمجھ اور عقل کا کوئی آدمی نہ تھا - ایسی ہی ایک حکایت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہے :

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام صاحب مدرسہ میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے - ایک آدمی دوڑا آیا اور پناہ چاہی - کہ فلاں ظالم میری جان لینے کے واسطے دوڑا آتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اندر جاکر جہاں طالب علم پڑھ رہے ہیں بیٹھ جا - چنانچہ وہ اندر جاکر بیٹھ گیا - تھوڑی دیر میں وہ ظالم پوچھتا ہوا آگیا تو اُس نے امام صاحب سے پوچھا کہ فلاں آدمی یہاں ہے - آپ نے فرمایا اندر جاکر دیکھ لو - وہ اندر گیا اور سرسری نظر سے دیکھکر چلا گیا - تو وہ مظلوم امام صاحب سے کہنے لگا کہ واہ صاحب ہمنے ابھی آپ کی پناہ ڈھونڈہی تھی - آپ نے تو میرے پکڑوانے میں ذرا بھی کسر نہ رکھی تو آپ نے فرمایا کہ تو بچ کس طرح سے گیا :

اگر کوئی ایسے مقام پر جھوٹ بولتا ہے تو اُس کا اُلٹا اثر پیدا ہوتا ہے - کیونکہ عام لوگ اس اصول کو جانتے ہیں کہ ایسے وقت میں بڑے بڑے ثقہ بھی جھوٹ بولا کرتے ہیں - انکار کی حالت میں وہ خوب گھروں کی تلاشی لیتے ہیں کیونکہ وہ بھی تو کسی شبہ کی وجہ سے وہاں آتے ہیں - اگر شبہ نہ ہوتا تو وہ آتے ہی کیوں ۱۸۵۷ء کا ذکر ہے کہ اکثر جگہ ہندوستان کے اہل ترس لوگوں نے یورپین لیڈیوں اور بچوں کو ... انکی جان بچانے کی خاطر اپنے گھروں میں چھپا لیا - جب دشمنوں نے اُنسے پوچھا تو جنسے یہ کہا کہ نہیں ہیں تو ہر ایک کونے اور پوشیدہ جگہ کو توڑ کر تلاش کیا - اور جنھوں نے یہ کہا کہ آپ شوق سے دیکھ لیویں - وہاں سے سرسری نظر ڈال کر ہی چلدئے - غرض یہ موقعہ ہی بڑا نازک ہے - بعض لوگ تو اسکو بھی جھوٹ کے دائرہ میں لے آوینگے - مگر امام صاحب کا جواب ایسا نہیں تھا - اور وہاں یہ بھی صورت نہیں تھی اگر وہ اسکو دیکھ بھی لیتا تو اپنے ارادہ پر کامیاب نہیں ہوسکتا تھا - آپ کا عروج بہت ہی بڑھا ہوا تھا :

ایسے مقام پر جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں یہ نہیں کہ وہ اُس کو جھوٹ نہیں سمجھتے - بلکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ واقعی جھوٹ ہے بلکہ ایک دوسرا مغالطہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جو ہمنے جھوٹ کی وجہ سے ثواب کمایا وہ اس سے بڑھکر ہے - جسکا آئندہ کسی مقام پر ذکر آجائیگا :

پیغمبر صاحب اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا واقعہ

ابتدا زمانہ اسلام میں مسلمان بہت تھوڑے تھے - اُنکے بتوں سے نفرت دلانے والی تعلیم نے تمام ملک کے لوگوں میں جوش پیدا کردیا اور یہ تجویز کی کہ رات کو اُنکا فیصلہ کردیا جاوے - اور چاروں طرف راستوں پر محافظ مقرر کردئے کہ نکلنے نہ پاویں - آپ کو اُنکے ارادہ کا پتہ

ملگیا - اور ابوبکر صدیق رضؓ کو ساتھ لیکر رات کو چل نکلے - راستہ میں محافظوں نے پوچھا کون ہیں تو حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کہ ایک محمدؐ ہے اور دوسرا صدیق رضؓ - سننے والے ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ آج تو اُنکی ہوا بھی نہیں نکل سکتی - اور کوئی مزاحمت نہ کی - اس واقعہ میں بھی یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ بھی انڈائرکٹ جھوٹ ہے مگر یہ اُس صورت میں ہوسکتا ہے - کہ دھوکہ دہی سے ایسا کہا گیا ہو - اُنہوں نے تو صاف صاف سوال کا جواب دیدیا - اسکے سوائے اور کیا جواب ہوسکتا تھا - اس کے جواب میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی - کہ جنکا پہرہ لگائے بیٹھے ہو وہ ہم ہیں - اور اگر ایسا کہہ بھی دیتے تو کوئی ہرج نہیں تھا کیونکہ محافظوں کے مقابلہ کی اُن میں طاقت تھی - مگر اس میں کچھ غرور کا شائبہ تھا - یہ تو عنایت ایزدی تھی ورنہ ایسے وقت تو بڑے بڑے جوانمرد کانپ جاتے ہیں ؛

جھوٹ چھٹ بھی سکتا ہے یا نہیں اور اُس کا علاج

جب ہم مانتے ہیں کہ ملک میں جھوٹ اس قدر پھیل گیا ہے کہ جسکا صحیح اندازہ نہیں کرسکتے - خدا معلوم کہاں سے مال گاڑیوں میں لدکر چلا آتا ہے - لاکھوں جہاز بھرے ہوئے آتے ہیں بھلا اسکا انتظام کس طرح سے ہوسکتا ہے - جب کوئی عام وبائی بیماری ملک میں پھیل جاتی ہے تو اس کا حصہ سب کو لینا پڑتا ہے - اور جو اس کی مزاحمت کرتا ہے اور بیہودہ مزاحمت کسی مناسب طریقہ پر نہیں ہوتی - تو وہی اُس کی زد میں زیادہ آتا ہے پس ہم کو اس کی مزاحمت کے واسطے بہت ہی باتیں سوچنی چاہئیں - کہیں فرانس کی ضرب المثل کیسا ہی حال نہ ہو - کہ سچ کے پیچھے ایسے نہ لگے چلے چلو کہ لات مار کر تمہارے دانت توڑ دے - کسی چیز کو روکنا چاہیں تو اُس کے واسطے بہت سی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے - یا وہ اُس طرح سے رُک سکتی ہے - جس طرح سے وہ آہستہ آہستہ پھیلی - پہلے اُس کے پھیلاو کو روکیں اور پھر آہستہ آہستہ اُس کو کم کرتے چلے جاویں - مگر پھر بھی یہ اُمید نہیں رکھنی چاہئے کہ یہ بلا کسی جگہ سے بالکل ہی دور ہو جاویگی - کیونکہ جب ہم یہ اصول قائم کرتے ہیں کہ جھوٹ یا تو بے سمجھی اور دماغ کے فتور سے پیدا ہوتا ہے یا کمزوری سے - چونکہ ہمیشہ سے دنیا کی حالت یونہی چلی آئی ہے اور اسی طرح چلی جاویگی - ایسا تو شاذ ہی کوئی وقت آئے کہ تمام آدمیوں میں سے یہ باتیں نکل جاویں تو جھوٹ بھی ساتھ ساتھ چلتا رہیگا - ہاں دو چار فیصدی ٹھیک راستباز ہو جائیں تو پھر ایسی بُری حالت نہ رہے - اور پھر یقین ہے کہ آہستہ آہستہ اُنکی تعداد بڑھتی جائے - اور ہم اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جائیں ؛

پہلے ہم کو دیکھنا چاہئے کہ جھوٹ سے کیا کیا نقصان واقعہ ہوتے ہیں - اُسکے واسطے صرف

بھی ایک قول الصدق ینجی والکذب یھلک کافی ہے۔ مگر ہلاکت کئی طرح سے واقعہ ہوئی ہے۔ جھوٹ سے راستی کا وصف گم ہوتا جاتا ہے۔ نجات کا راستہ تنگ ہوتا جاتا ہے۔ اور ہلاکت کا راستہ کھلتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسفل السافلین میں جا گرتا ہے۔ پھر اوپر چڑھنے اور ترقی کرنے کا مادہ زائل ہو جاتا ہے۔ جو آدمی جھوٹ سے کام نکالتا ہے اُس سے وہ اصلی مادہ جس سے کوئی کام نیک اسلوبی سے ہو سکتا ہے چھنتا جاتا ہے۔ بعض وقت وہ جھوٹ سے کام نکال کر نازاں ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اگر میں صرف راستی سے کام نکالنا چاہتا تو کئی طرح کی مشکلات پر گذرنا پڑتا۔ مگر وہ اس بات کا کبھی خیال نہیں کرتا کہ خوش اسلوبی سے کام کرنے کا سلیقہ مجھ سے چھوٹتا جاتا ہے۔ راستی سے گو پہلے پہل کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ مگر آیندہ ویسے کاموں کا انصرام آسان ہوتا جاتا ہے۔ اور جب جھوٹ سے کام نکالا جاتا ہے گو بعض وقت پہلے پہل اُس میں آسانی ہو جاتی ہے۔ مگر دن بدن ایسی مشکلات سدراہ ہوتی ہیں اور ایسی ایسی دشوار گذار گھاٹیوں سے گذرنا پڑتا ہے کہ جس سے کبھی نجات ہی نہیں ہو سکتی۔ انسان کا خاصہ ہے کہ جو فائدہ بہیئت مجموعی اُس کی نظر پڑتا ہے۔ اُس کیطرف وہ بہت جلدی جھک جاتا ہے۔ اور اُس میں جو نقصان منتشر حالت میں ہوتا ہے اُس پر اُس کی نظر نہیں جاتی۔ گو وہ نقصان کسی وقت اُسکے موجودہ فائدہ سے سوگنا ہی کیوں نہ بڑھ جائے ؛

جھوٹ کے چھوڑنے کی مناسب تدبیریں

ہمکو جابجا جھوٹ کے چھوڑنے کی سوسائٹیاں قائم کرنی چاہئیں پہلے معاملات میں جھوٹ چھوڑنا چاہئے۔ اور وہ بھی صرف اپنی سوسائٹی کے ممبروں اور اپنے دوستوں اور گھر کے ممبروں میں پھر اُس کو بڑھا کر اپنے محلہ میں جھوٹ کو ترک کرے۔ پھر اُس شہر میں اور اُس ضلع اور تحصیل وغیرہ میں چھوڑے۔ غرض اس طرح ہوتے ہوتے تحریر اور تقریر اور تھوڑے تھوڑے خفیف خفیف امورات میں جھوٹ چھوڑ دے۔ اپنے گھر والوں اور دوستوں اور بھائیوں میں تو عموماً جھوٹ کا استعمال ہی کم ہوتا ہے۔ جب انسان اُنسے اپنے سخت سخت قصور کو جو جرم کی حد میں آسکتے ہیں ظاہر کر دیتا ہے تو پھر کیا ضرور ہے کہ اُنکے آگے جھوٹ کا ارتکاب کرے۔ بس اُن میں تو جھوٹ کا چھوڑ دینا ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔ جب تک اُس کی عام سوسائٹیاں نہ ہوں تو اُس کا انتظام مشکل ہے۔ جو سماج اونتی کے فوائد کو جانتا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ سماج میں کس طرح نگرانی ہوتی ہے۔ دس بیس ممبروں کے سامنے جب کوئی آدمی قسم کھا لیتا ہے تو پھر سب اُس کی نگرانی کرنے والے ہوتے ہیں۔ اے میرے خاندان کے ممبرو اور خصوصاً میرے بھائی بھتیجو۔ ذکور اناث

کیا ہم کامیاب ہو سکتے ہیں کہ اپنے خاندان سے جھوٹ کو نکال دیں۔ اگر کوئی مشکل ہے تو بتاؤ۔ اگر سمجھتے ہو کہ مجھے میری دیوانگی نے گھیر لیا ہے تو مجھ پر رحم کر کے اُسکا علاج بتلاؤ۔ اے میری اولاد اناث و ذکور کیا ہم اپنے ارادہ پر کامیاب نہیں ہو سکتے ضرور ہو سکتے ہیں۔ خدا ہماری مدد آپ کریگا۔ کیا ہم مہینہ بیس روز خداوند کریم سے گڑگڑا کر اُسکی دعا کریں تو وہ منظور نہیں ہو گی۔ کیوں نہیں ضرور منظور ہو گی۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ؀

اب میں پہلے کچھ اصول قایم کرتا ہوں۔ اور پھر تمام ہندوستان پر نظر ڈال کر ہر ایک قوم اور پیشہ کے متعلق بحث کرونگا کہ اُن میں جھوٹ کس طرح سے پھیلا۔ اور کس ضرورت کے واسطے جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہیں اور جھوٹ کیا کچھ نقصان کر رہا ہے۔ جب تک ان تمام امورات پر غور نہ کیا جاوے۔ تب تک جھوٹ اور سچ کی پوری حقیقت سمجھ میں نہیں آتی

اس مضمون کے بنیادی اصول

اوّل۔ جھوٹ عموماً تمام عیبوں کی جڑ ہے اور اُن کا قیام صرف جھوٹ سے ہے؀

دوم۔ جھوٹ سے ہماری ترقی رکی ہوئی ہے۔ جب تک اُس کا علاج نہیں ہوتا۔ ترقی نہیں ہو سکتی؀

سوم۔ جھوٹ کا اثر اُسی وقت تک رہتا ہے جب تک وہ کھلتا نہیں۔ جب کھل جاتا ہے تو پھر آئندہ اُس کا اثر باطل ہو جاتا ہے بلکہ برعکس اثر پڑتا ہے

چہارم۔ جب کوئی قاعدہ مقرر کیا جاتا تو ضرور ہے کہ اُس سے لوگ واقف ہوں۔ پس جھوٹ کے واسطے کوئی قاعدہ مقرر نہیں کر سکتے۔ کہ میاں بیوی یا ڈاکٹروں اور مریضوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اس سے جھوٹ کھل جائیگا جسکا ذکر سوم میں ہوا؀

پنجم۔ جھوٹ یا سچ سے جو بہ ہیئت مجموعی بادی النظر میں فائدہ اور نقصان معلوم ہوتا ہے۔ اُسی پر نظر ہوتی ہے۔ اور جو منتشر حالت میں ہوتا ہے گو وہ کسی دن کو کتنا ہی پیل جائے اُس پر ہماری نظر نہیں جاتی؀

ششم۔ راستی سے کبھی نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔ اور اگر کبھی نقصان معلوم ہوتا ہے تو اس کے اسباب اور ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب کبھی جھوٹ سے ہمکو کوئی فائدہ معلوم ہوتا ہے تو اُس کے اسباب اور ہوتے ہیں۔ جھوٹ نہیں ہوتا۔ اگر ہم اُس پر ذرا گہری

نظر ڈالیں تو اُس کا پتہ لگ جاتا ہے ؛

ہفتم - بُری شہرت ہمیشہ نقصان دینے والی ہوتی ہے - گو کچھ دن فائدہ دے جائے مگر پھر وہ بہت کچھ نقصان پہنچانے لگ جاتی ہے - اور خصوصاً جو جھوٹ سے شہرت حاصل کیجائے اُس کا قیام نہیں رہتا ؛

ہشتم - جھوٹ کا اثر زیادہ تر دماغ میں پڑتا ہے - اور خوش اسلوبی اور حسن تدبیری کا مادہ چھنتا جاتا ہے ؛

نہم - جھوٹ کی کثرت سے سچی باتیں بھی جھوٹی معلوم ہوتی ہیں - یعنے جب جھوٹ اور سچ خلط ملط ہو جاتے ہیں تو کسی کا بھی اعتبار نہیں رہتا - اُس کے واسطے ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ اگر انسان کی دو زبانیں ہوتیں تو ایک کا بھی اعتبار نہ رہتا ؛

دہم - اگر کوئی جھوٹ کی نقل کرتا ہے اور اُس کو لوگوں میں سچ دکھلاتا ہے - تو وہ بھی جھوٹا ہے ؛

یازدہم - جب تک جھوٹ کا دورہ ہے راستباز پر بھی اُسکا کچھ اثر خفیف طور پڑتا رہیگا - مگر جوں ہی اُس کا زور گھٹا پھر اُس کا اثر باطل ہو جاویگا - یعنے جب کوئی عام وبائی بیماری مُلک میں پھیل جاتی ہے تو اُس کا کچھ نہ کچھ حصہ سب کو لینا پڑتا ہے ؛

دوازدہم - راستبازی کے فوائد اُس وقت اچھی طرح سے حاصل ہوتے ہیں جب تمام امورات پر غور کرکے اور اُنکے فوائد اور مضار کو اچھی طرح سے دیکھ بھال کر راستی کو اختیار کیا جائے ؛

باب اوّل

جن موقعوں کی بابت مشہور ہے کہ اشد ضرورت کیوقت جھوٹ کا ارتکاب جائز ہے

کسی بیگناہ کی جان بچانے کیواسطے جھوٹ

اول - دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز	یہ قول شیخ سعدی کا مشہور ہے

مگر در اصل یہ قول بادشاہ کا ہے۔ شیخ صاحب نے گلستاں کی اوّل حکایت میں اسکو لکھا ہے ؛

اس میں دو وزیروں کا بیان درج ہے۔ جن میں سے ایک نے ملزم کے بیان کا صحیح ترجمہ کیا۔ اور دوسرے نے اس خیال سے کہ بادشاہ کا جوش اور نہ بڑھ جائے۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ بتلایا۔ گر بادشاہ باوجود اس بات کے کہ اصلی منشاء الفاظ مجرم کو سمجھ گیا۔ تاہم راستی کو پسند نہ کیا اور جھوٹ کو اسپر ترجیح دی ؛

معلوم ہوتا ہے کہ مجرم بیگناہ تھا۔ ایک وزیر چاہتا تھا کہ مجرم بچ جائے۔ اصلی الفاظ مجرم کے بہت سخت تھے۔ اُس نے بادشاہ کو گالیاں دی تھیں۔ وزیر نے خیال کیا کہ اگر اُس کے اصلی معنے بتلاتا ہوں تو بادشاہ کا جوش بڑھ جاویگا۔ اس واسطے اُس نے رحم دلانے والے الفاظ کہے۔ اگرچہ اس میں سراسر وزیر کی غلطی ہے کہ ایک شخص سرِ دربار بادشاہ کو گالیاں دے اور وزیر اُس کی مدد کرے۔ اور بادشاہ بھی عجیب طبیعت کا آدمی تھا کہ وزیر کو کچھ نہ کہا۔ مگر ہم ان باتوں کو جانے دیتے ہیں اور اس بات کو مان لیتے ہیں کہ اُس کا بچانا ضروری تھا۔ بحث کے واسطے ہم دو فریق قایم کر لیتے ہیں ؛

فریق اوّل کہتا ہے کہ جھوٹ سے اگر کسی بیگناہ کی جان بچ جائے تو جھوٹ بولنا مباح ہے۔ وہ کسی قسم کا گناہ نہیں ہے۔ چونکہ وزیر نے ایسا کیا۔ اسواسطے اُس پر جھوٹ کا کچھ الزام نہیں ہے۔ وزیر بادشاہ کی طبیعت کو جانتا تھا کہ سوائے ان الفاظ کے مفید اثر نہیں پڑیگا۔ اگرچہ ممکن تھا کہ اور الفاظ سے جس میں جھوٹ بھی نہ ہوتا۔ اپنے ارادہ پر کامیاب ہو جاتا۔ مگر اُس وقت زیادہ سوچنے کا وقت نہیں مل سکتا تھا۔ اس واسطے مجبوراً جھوٹ بولنا پڑا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ایک بیگناہ کی جان کا خطرہ تھا ؛

فریق دوم کہتا ہے کہ نہیں جھوٹ جیسا بغیر ضرورت کے بولنا برا ہے ویسا ہی بڑی ضرورت میں بھی مباح نہیں ہو سکتا۔ دونوں صورتوں میں دروغگو پر یکساں برا اثر پڑتا ہے۔ جب اُس نے سمجھ لیا کہ ایسے مقام پر جھوٹ سے کام نکال سکتے ہیں تو اُس کی حسن تدبیری کا مادہ زائل ہو جاویگا۔ اور پھر تھوڑی تھوڑی باتوں میں بھی جھوٹ بولنے لگیگا۔ اور پھر جس قدر جھوٹ کے بُرے اثر ہیں وہ سب پڑنے لگینگے ؛

فریق اوّل۔ اگر مان لیا جاوے کہ واقعی جھوٹ کا گناہ ہوا۔ مگر مثال مذکورہ بالا میں اگر جھوٹ کی بُرائی ایک سیر اور بے گناہ کے بچانے کا ثواب ایک من قائم کیا جاوے تو اُس نے ایک جھوٹ سے ۳۹ گنا فائدہ اُٹھایا۔ اگر کسی تجارت میں نفع اور نقصان دونوں ہوں۔ اور نقصان کو نفع میں سے منہا کیا جاوے اور اُس میں سے کچھ بچ رہے تو اُس

سودے میں کوئی نقصان نہیں کہتا۔ اگر تمہاری بات کو مان بھی لیا جاوے کہ ایک دفعہ کسی نے مجبوری کی حالت میں جھوٹ بولا۔ اور اس کے بعد اس نے مکرر غور کیا یا دوسروں سے پوچھ تاچھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ اگر اس وقت میں راستی سے اس طور پر کام لیتا تو ضرور جھوٹ کا ارتکاب نہ کرنا۔ اور اس اپنے فعل سے نادم ہوا جسکا نام تائب ہونا ہے۔ اور پھر اس نے کسی بڑی ضرورت کے وقت بھی جھوٹ کا استعمال نہیں کیا تو اس کا گناہ زائل ہو گیا اور کوئی اثر اس کی طبیعت پر نہیں پڑا ؛

فریق دوم۔ اس وقت جو وزیر نے جھوٹ بولا تھا وہ بھی اثر اس کے ان اعمال کا ہے کہ اس نے کبھی مختلف مقامات میں جھوٹ کا استعمال کیا تھا۔ اگر یہ مان لیا جاوے کہ توبہ تائب ہونے کے بعد پھر اس نے کسی مقام پر بھی جھوٹ کا ارتکاب نہیں کیا تو اگر وہ پہلے ہی سے جھوٹ کو برا سمجھتا تو پہلے ہی سے تائب ہو جاتا اور یہ جھوٹ بھی نہ بولتا۔ اور یہ جو تمنے ایک اور چالیس کی نسبت اپنے دل سے گھڑ لی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمکو ضرور کچھ جھوٹ سے تعلق رہا ہے۔ اگر جھوٹ سے بے لوث ہوتے تو تمہارا دماغ ضرور شگفتہ ہوتا اور کبھی ایسی بات نہ کہتے۔ اگر اس نے جھوٹ سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ایک بے گناہ کی جان بچائی۔ اور اس کے رشتہ داروں اور لواحقوں کے رنج کو دور کیا۔ اور بادشاہ اور دیگر مردمان کے ان تردودات کو مٹایا جو اس کے قتل کے بعد اس کی اصلیت کھل جانے سے پیدا ہوتی۔ اسی طرح جھوٹ کے مضار بھی پیدا ہوئے جو خود اس پر پڑے۔ اور نیز بادشاہ پر اس کا اثر پڑا۔ اور اس راستباز وزیر پر پڑا۔ اور پھر عوام میں یہ اثر پھیلا اور یہ بادشاہ کا قول ضرب المثل ہو کر تمام ملک میں پھیل گیا۔ اور اس طرح ان کے دماغ کند ہوتے گئے اور پھر اسکا متعدی المتعدی اثر ایک نسل سے دوسری نسل کو موروثی حقوق کی طرح ملتا چلا آیا۔ اگر ہم اس مثل کو صرف شیخ صاحب کے زمانہ کی ہی مان لیں اور چھ سات سو سال تک اس کا اثر عوام میں پڑتے جانے کا حساب لگاویں تو ہم کبھی اس کو ترجیح نہیں دیکھتے۔ اور وہ جو اول نقصان ہے اس کا اثر تو ایک دو پشت سے زیادہ نہ چلتا ؛

فریق اول۔ تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے۔ جس وزیر کی نیت اچھی تھی اس کو اچھا اجر ملا۔ دوسرے وزیر کی نیت اچھی نہیں تھی۔ گو اس نے راستی سے کام لیا مگر اس کو برا اجر ملا۔ پس اگر ہماری مجبوری کی حالت میں نیت اچھی ہے تو ہم نے کوئی برا کام نہیں کیا

فریق دوم۔ دونوں وزیروں کی نیت اچھی نہیں تھی۔ جسنے جھوٹ کا ارتکاب کیا اس نے صرف ایک ظاہری اچھائی کا خیال کر لیا۔ اور ان برائیوں کی طرف اس کی توجہ

نہیں گئی۔ جو منتشر حالت میں تھیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور یہ جو تم کہتے ہو۔ کہ تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے۔ اُس کے یہ معنے نہیں ہیں جو آپ نے سمجھے ہوئے ہیں۔ اس طرح تو اگر کوئی کسی کی چوری اس وجہ سے کرے کہ وہ اُس روپیہ سے مسجد طیار کریگا تو وہ بھی جائز ہونی چاہئے اور اُس کا اچھا اجر ملنا چاہئے۔ مگر اُس کو کوئی بھی جائز نہیں بتلاویگا۔ اس واسطے جو جھوٹ سے فائدہ حاصل کیا جاویگا وہ بھی ناجائز ہوگا ؎

فریق اوّل - اگر کوئی ایسا موقعہ ہو جاوے کہ غور و فکر کے بعد بھی کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو کہ راستی سے کام نکل سکے تو پھر مجبوراً جھوٹ سے کام لینا پڑیگا ؎

فریق دوم - ایسے معمّوں سے یہاں کام نہیں چلتا۔ اگر کوئی واقعی نظیر ہے تو بتلائیے اور جس طرح پر تم بیان کرتے ہو ایسا تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو خلاف واقعات انسان اپنے دل سے گھڑ لیتا ہے وہ ایسے ہوتے ہیں جنکا وقوع میں آنا ممکن ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو سامع (سُننے والا) اُس کو تسلیم ہی نہ کرے۔ اگر اُن کا راستی سے پیدا کر لیا جانا ممکن ہے تو کیوں اُس کو اُسی راستی کے طریقہ سے حاصل نہ کیا جائے۔ ہاں البتہ کسی طرح سے یہ ثابت کر دو کہ جھوٹ جسکو سامع نے تسلیم کیا۔ غیر ممکن الوقوع تھا۔ تو ہم بھی غور کرینگے ؎

فریق اوّل - بھلا آپ بتلائیے وزیر اُس کو راستی سے کس طرح پیدا کر سکتا تھا ؎

فریق دوم - اگر وزیر راستباز ہوتا تو پہلے ہی سے بادشاہ کے گوش گذار کر دیتا کہ یہ بیگناہ ہے۔ اب بھی اُس کی نجات جھوٹ سے نہیں ہوئی۔ کیونکہ جس وقت بادشاہ کو علم ہو گیا کہ وزیر نے جھوٹ بیان کیا ہے اُس کا کوئی اثر نہیں رہا۔ کیونکہ جب جھوٹ کھل جاتا ہے۔ تو اُس کا اثر باطل ہو جاتا ہے ؎

فریق اوّل - تو اب کس وجہ سے مجرم بچ گیا ؎

فریق دوم - اب جو اثر ہوا تو زیادہ تر وزیر کی طرز بیان کا تھا جس میں معنًا سفارش پائی جاتی تھی۔ اور دوسرا اثر جو پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ ان مختلف بیانات نے بادشاہ کی طبیعت کو دوسری طرف متوجّہ کر دیا۔ اور اُس قیدی کی طرف سے جو غلط خیالات نے جوش پیدا کیا ہوا تھا وہ فرو ہو گیا ؎

فریق اوّل - آخر یہ اثر بھی تو اُس جھوٹ سے پیدا ہوئے۔ اگر دونوں وزیر صحیح ترجمہ کرتے تو ضرور تھا کہ بادشاہ کا جوش اور بھڑک جاتا ؎

فریق دوم - اگر اُس میں سے ایک یا دونوں اُس کی بریت چاہتے تو اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے کہ "بادشاہ سلامت یہ شخص ایسے الفاظ بیان کر رہا ہے۔ جو انسانوں سے

مایوسی کی حالت میں سرزد ہوتے ہیں۔ جس سے بادشاہ کے غضب کو بھڑکاتے ہیں یا روکتے ہیں۔ جو بادشاہ کے جوش کو روکتے ہیں وہ ہمیشہ بزدل ہوتے ہیں۔ اور عموماً قصوروار بھی ہوتے ہیں۔ اور جو زیادہ بھڑکاتے ہیں وہ ہمیشہ دلیر ہوتے ہیں۔ اور بعض حالتوں میں بے قصور بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا منشا ہوتا ہے کہ بادشاہ ہماری سزا میں بہت جلدی کرے۔ اور جو جوش غضب میں کسی کو سزا دیجاتی ہے وہ جائز نہیں ہوتی۔ تو ضرور بادشاہ کو نظرثانی کا موقعہ مِل جاتا۔ اور اگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ بھی ہوتے تو بھی وہ اس قدر گناہ کے مرتکب نہ ہوتے جسکی تشریح ہم نے پہلے کی ہے ؛

فریقین کی طول طویل بحثیں جاری رہیں۔ مثل مشہور ہے کہ بڑا عالم اور بڑا دولتمند کبھی ہارتا نہیں۔ اور بحثوں میں ہارجیت کا لفظ ہی لانا غلط ہے۔ مجھے بتا دیجئے۔ آج تک جس قدر زبانی یا تحریری بحثیں ہوئی ہیں۔ اُن میں سے کون ہارا اور کون جیتا ہے۔ مگر ہاتھ پاؤں کی بحثوں نے تو جھٹ بتلا دیا کہ یہ جیتا وہ ہارا۔ آخر ثالثوں کی ضرورت پڑی۔ ثالثوں نے یہ فیصلہ دیا کہ اس ضرب المثل میں دو باتیں ہیں۔ **اوّل**۔ دروغ مصلحت آمیز۔ **دوئم**۔ راستی فتنہ انگیز۔ اور یہ دونوں غلط ہیں۔ نہ تو جھوٹ میں کوئی مصلحت ہوتی ہے اور نہ راستی میں کوئی فتنہ۔ بعض وقت جو راستی فتنہ دکھائی دیتی ہے۔ وہ درحقیقت راستی فتنہ نہیں ہوتی۔ بلکہ اُس کے اسباب اور ہوتے ہیں۔ اگر یہ قاعدہ باندھ دیا جاوے کہ کسی مصلحت کے واسطے جھوٹ کا استعمال کر لیا کرو۔ اور کسی فتنہ سے بچنے کے واسطے راستی ترک کر دیا کرو تو عام اجازت ہو جاویگی۔ جب ہر ایک آدمی اپنی شخصی رائے سے فیصلہ کریگا تو عام مغالطہ میں پڑ جاویگا۔ اور جھوٹ سے کبھی بچ نہیں سکیگا۔ جھوٹے سے جھوٹا بھی کسی فائدہ اور مصلحت سے ہی جھوٹ بولتا ہے۔ گو وہ اپنے ارادہ پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ اپنی ناکامیابی جھوٹ کی وجہ سے نہیں سمجھتا۔ بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ جھوٹ کی تجویز کرنے میں غلطی ہوئی کہ جس وجہ سے جھوٹ بڑھتا جاتا ہے اور اُس کی عقل اور سمجھ پر پردہ پڑتا چلا جاتا ہے ثالثوں نے اور بھی کئی طرح سے فریق اوّل کی غلطی کو ثابت کر کے صاف ثابت کر دیا۔ کہ اَلصِّدْقُ یُنْجِی وَ الْکِذْبُ یُھْلِکُ۔ جس سے فریق اوّل ہلاکت سے بچ گیا ؛

نوٹ:۔ یاد رہے کہ یہ مقولہ بادشاہ کا ہے سعدی صاحب کا نہیں ہے سعدی صاحب نے تو اکثر جگہ ہر قسم کے جھوٹ کی سخت مذمت کی ہے۔ اس بحث میں ہمارا مخاطب بادشاہ ہے نہ سعدی۔ کیونکہ شیخ صاحب نے گلستان کے آٹھوں باب میں تحریر فرمایا ہے کہ دروغ گفتن بضربت لازب ماند کہ اگر نیز جراحت درست شود نشان بماند ہمچو برادران یوسف علیہ السلام بدروغے موسوم شدند براست گفتن ایشان اعتماد نماند۔ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا۔ **قطعہ** یکے راکہ عادت بود راستی۔ خطائے رود در گذارند ازو ؛ دگر نامور شد بناراستی۔ دگر راست باور ندارند ازو ؛

ڈاکٹروں اور طبیبوں کا بیمار کی بھلائی کیواسطے جھوٹ

یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ خیالات کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ اگر کوئی غلط یا صحیح خیال مریض کو کمزور کر رہا ہو تو اُس خیال کے تبدیل کرنے کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض وقت کسی کے دل میں اگر کوئی خاص خیال پیدا ہو جائے تو اُسی خیال کی تصویر اُس کے دماغ میں بنجاتی ہے۔ اور جو کچھ اُس تصویر کا اثر ہوتا ہے۔ اُس پر عمل کرنے لگتا ہے۔ مثلاً رات کے وقت ایک آدمی کے پاؤں میں کانٹا لگ گیا۔ اور اُسی مقام پر اتفاق سے سانپ بھی پایا گیا تو اُس کو یقین ہو جاتا ہے کہ ضرور سانپ نے ہی کاٹا ہے۔ پھر اُس کے خیال کا مسمرائزا اثر اُس پر پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام آثار سانپ کے کاٹنے کے جو اُس نے پہلے سنے یا دیکھے ہوتے ہیں اُس پر پڑنے شروع ہوتے ہیں۔ پہلے اُسی طرح سے انفلامیشن اور غنودگی شروع ہوتی ہے۔ پھر وہ نڈھال ہو کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ بعض وقت مر بھی جاتا ہے۔ اگر اُس وقت کوئی ایسا منتری یا حکیم ملجائے جو سانپ کے علاج میں مشہور ہو۔ اور وہی علاج کرے جو سانپ کے کاٹے کا ہے تو بیمار اچھا ہو جاتا ہے۔ یا جس وقت اُس کو سانپ کے کاٹے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ اور وہ اپنی ہوش میں تھا۔ اگر کوئی ایسا حکیم و منتری پہنچ جائے جو غلط یا صحیح اسباب مریض کی طمانیت کے پیدا کردے۔ مثلاً نظر بچا کر کوئی کانٹا اُس زخم میں داخل کردے یا کسی دوسرے سے داخل کرادے۔ اور پھر مریض کو وہ کانٹا اُس کے زخم میں ہی دکھلادے جسکو وہ ٹھیک طور پر پہچان بھی لے۔ کہ یہ وہی کانٹا ہے جسکو میںنے صدہا دفعہ دیکھا ہے۔ اور اُس کو کلی یقین آجائے کہ مجھے سانپ نے نہیں کاٹا ہے تو وہ بہت جلد اچھا ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی کو واقعی سانپ نے کاٹا ہے۔ اور کسی طرح سے مریض کو یہ ثابت کردیا جائے کہ دراصل سانپ نے نہیں کاٹا بلکہ اور کسی چیز سے زخم ہو گیا ہے تو اُس کی حالت جلد نہیں بگڑتی۔ پہلے جو اُس پر دو اثر زہر اور خیال کے پڑے ہوئے تھے پھر صرف ایک ہی رہ جاتا ہے۔ اُس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مریض بہت جلدی بیہوش نہیں ہوتا۔ اور دوا اندر جا سکتی ہے۔

بعض وقت بیمار واقعی کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور مریض کو بھی یقین ہوتا ہے کہ واقعی یہ مرض مہلک ہے۔ تو اُس وقت بھی معالج کو اُس کے خیال میں تبادلہ پیدا

کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر معالج ہوشیار ہوتا ہے تو کوئی ایسی صورت کر دیتا ہے کہ جس سے اُس کا خیال بدل جاتا ہے۔ بعض وقت جو مہلک یا سخت علامت پیدا ہونے والی ہوتی ہے۔ اُس کی نسبت یوں کہدیتا ہے کہ اگر فلاں علامت پیدا ہو گئی تو تم ضرور بچ جاؤ گے۔ اُس علامت نے تو ضرور پیدا ہونا ہی ہوتا ہے۔ مریض اُس کو افاقہ کی علامت سمجھتا ہے۔ تو اُس مہلک یا سخت مرض میں کمی ہو جاتی ہے ؎

بعض وقت مریض کو ایسا خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس وقت اگر مجھے فلاں دوا ملجائے تو میں فوراً اچھا ہو جاؤں۔ مگر واقعی وہ دوا اُس کو نقصان کرنے والی ہوتی ہے۔ اُس وقت معالج اُس کے سامنے وہی دوا گلاس میں ڈال دیتا ہے۔ اور پھر کسی حکمت سے پیالہ کو تبدیل کر کے اُس میں کوئی اور مفید دوا ڈال کر اُس کی رنگ اور بو ویسی ہی کر کے پلا دیتا ہے ؎

یا کوئی ایسی دوا ہے جسکی نسبت اُس کا بہت بُرا خیال ہے تو اُس کو بھی حکیم نے کسی طرح تبدیل کر دیا ہے۔ تو مریض کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ اور بھی ایسے ایسے نازک موقعہ ہوتے ہیں۔ پس بحث یہ ہے کہ ایسے مقام پر جھوٹ بولنا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے بھی دو فریق ہیں ؎

فریق اول کہتا ہے کہ اس میں ذرا بھی کسی کا نقصان نہیں ہے۔ بلکہ مریض کا فائدہ متصور ہے۔ جس جھوٹ میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ بلکہ فائدہ ہے وہ ناجائز نہیں ہو سکتا ؎

فریق دوم ناجائز تو ہم اس کو فائدہ پہنچانے کی صورت میں بھی کہینگے۔ جسکی بحث پہلی فصل میں ہو چکی۔ خطا اگر راست بیاید تاہم خطا است ؎ اگر وہ جائز یا ناجائز تھا جو کچھ ہونا تھا پہلے ہو چکا۔ اب تو یہ راز کھل چکا۔ اب آئندہ اُس کا کوئی اثر نہیں رہا۔ اور اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ ہی باندھ دیا جاوے کہ حکیموں اور ڈاکٹروں کو اپنے مریضوں کے ساتھ جھوٹ بولنے کی اجازت ہے تو بس اسکا اثر باطل ہو گیا۔ بلکہ خلاف اثر پڑا۔ چنانچہ مریض حکیموں اور ڈاکٹروں کے ان خیالات سے آگاہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور اگر وہ کوئی واقعی بات بھی مریضوں سے کہتا ہے تو وہ صاف کہدیتے ہیں کہ آپ کیوں میری طفل تسلی کر رہے ہیں۔ اُسکا اصل مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضور جھوٹے اور فریبی ہیں ؎

فریق اول حکیم یا ڈاکٹر کوئی ایسی صورت پیدا کریں کہ اُن کا یہ راز کھلنے ہی نہ پاوے تو پھر تو جھوٹ بولنے میں کچھ ڈر نہیں۔ پھر تو اُس کا ارتکاب جائز ہو گا ؎

فریق دوم اگر کسی میں کوئی برائی ہو اور وہ کھلے نہیں تو کیا وہ جائز ہو جائیگی

نہیں کبھی نہیں - اور ڈاکٹروں یا حکیموں کا ایسا راز کبھی بند رہ سکتا ہے؟ ایسا کام وہ کسی دوسرے سے کراتے ہیں - یا اپنے شاگردوں یا اولاد کو بتلاتے ہیں - جب وہ بیمار ہوتے ہیں تو اُن پر اُن کا کوئی اثر نہیں پہنچتا - غرض آہستہ آہستہ یہ راز طشت از بام ہوتا جاویگا - اگر یہ راز بند رہتے تو ہمارے پاس کس طرح سے پہنچتے :

کوئی راز ہو اگر وہ بھول نہ جائے تو دل میں خراش کرتا رہتا ہے - جب تک وہ تقسیم نہ ہو جائے اُس کا خراش کم نہیں ہوتا - اور اُس کے دل کو کمزور کرتا رہتا ہے - خون جیسے راز بھی پوشیدہ نہیں رہتے - عام مشہور ہے کہ خون چھپا نہیں رہتا :

اور اگر ڈاکٹر یا حکیم جھوٹ سے کام لینگے تو انکی جھوٹ کی عادت بڑھتی جائیگی - اور دماغ کند ہوتے جائینگے - اور تشخیص مرض اور علاج کا مادہ گھٹتا جاویگا :

حکمت اور طبابت کے ماہروں کے نام نوٹس دیا جاتا ہے - کہ اگر تم اپنے پیشہ کی رونق چاہتے ہو - تو جھوٹ سے دست بردار ہو جاؤ - نہ تو اپنے لالچ کے واسطے لوگوں کو ڈراؤ کہ یہ مہلک مرض ہے - اور نہ انکو جھوٹی جرأت دلاؤ - کہ میری دوا کھاتے ہی گھوڑا ہو جاویگا - بلکہ تمہارے واسطے یہ تعلیم کافی ہے کہ انشاءاللہ اچھا ہو جائیگا - خدا چاہیگا تو تندرست ہو جاویگا - یا جو کچھ تم نے اپنے نسخہ کی بابت تجربہ کیے ہوں صاف صاف بتلا دو کہ فلاں فلاں شخص کو یہی دوا دی تھی - شفا ہو گئی - اور نہ اپنے جھوٹے اشتہار ملک میں پھیلاؤ - اور نہ لوگوں کو دھوکہ دو - اگر چند روز کچھ دھوکہ دیکر فائدہ بھی اُٹھا لیا تو - وہ رہی سہی بھی تمہاری رونق کو اُجاڑ دیگا - میںنے زیادہ تر شکایت انہیں کے مُنہ سے سنی ہے - جنہے تمہاری دوا کو خریدا اور فائدہ کی جگہ نقصان اُٹھایا - یہ تو سب کھلی کھلی باتیں ہیں - اس میں تو کسی کو بھی اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے - خداوند کریم نے تو اس فن کے ماہروں میں ایک صاف اور سیدھی ظرافت کا ایسا مادہ بھر دیا ہے جس میں جھوٹ بھی نہیں ہوتا - راستی سے مریض کا دل بھی خوش کر سکتے ہیں - پس اُن کو کیا ضرور ہے کہ جھوٹ فریب کرکے اپنے پیشہ کو بدنام کریں :

بچوں کے بہلانے اور اصلاح کے واسطے جھوٹ

اس سے تو شاید ہی کوئی بچا ہوا ہو - کہ بچوں کے بہلانے یا اصلاح کے واسطے جھوٹ نہ بولتا ہو - عام رواج ہے کہ بچہ کو بہلانے کے وقت جھوٹ موٹ کہدیتے ہیں - آ تجھے یہ چیز دوں - چلو بازار سے مٹھائی لے آئیں - یہ دیکھ میرے ہاتھ میں کیا ہے بعض وقت

ڈراتے ہیں کہ ہوّا آیا - بیجا آئی - ریچھ آیا - یا اس غرض سے کہ بچہ اکیلا باہر نہ جائے - کہتے ہیں دروازہ کے باہر ریچھ پھر رہا ہے - اللہ فضل کاٹ کھائیگا - غرض روزمرہ ہزاروں جھوٹ کہہ گذرتے ہیں - اور کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ اس میں کوئی برائی ہے ؛

ایک فریق کہتا ہے کہ بچوں میں ضد بہت ہوتی ہے اور کسی طرح سے وہ بچ نہیں سکتے - اس جھوٹ میں کسی کا نقصان نہیں ہے ؛

دوسرا فریق کہتا ہے کہ بچہ میں ضد زیادہ تر اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ اُنکے ساتھ جھوٹے وعدہ کئے جاتے ہیں اور کچھ دیا نہیں جاتا یا ان کو جھوٹی باتوں سے ڈرایا جاتا ہے - جب وہ دیکھ لیتا ہے کہ یہ سب لغو باتیں ہیں تو وہ ضرور ضد کرنے لگتا ہے - اگر بڑے آدمی کے ساتھ وعدہ کرکے کوئی چیز نہ دی جاوے تو وہ کتنا بگڑتا ہے - بھلا وہ تو بچہ ہوتا ہے - اس کو تو اپنی درخواست کے پورا ہونے بجز اور کوئی دوسرا خیال بھی نہیں ہوتا - اگر بچوں کو ایسے جھوٹے وعدہ نہ دئے جاویں تو کبھی ضدی نہ ہوں - اور نہ وہ رو رو کر اپنی آنکھوں کا نقصان کریں نہ دوسروں کے کان کھائیں - نہ زمین پر لوٹیں اور کپڑوں کو خراب کریں - گندہ اور ناپاک رہنا - اس کو صرف یہ ضد ہی سکھلاتی ہے - کسی کے منہ سے اپنی خلاف مرضی کوئی لفظ سنا اور دہم سے زمین اور فرش پر گرا خواہ کیسی ہی چوٹ لگ جائے ؛

اور بہت برا اثر تو ڈرانے کا پڑتا ہے - گو کچھ دنوں کے بعد ان کو یہ تو یقین ہو جاتا ہے کہ دن اور روشنی میں تو کوئی ہوّا یا بھوت پریت نہیں ہے - اور بڑے ہو کر یہ بھی سمجھ جاتے ہیں کہ ہمارے گھر یا بازار میں بھی ان چیزوں کا کوئی وجود نہیں ہے - مگر یہ نہیں یقین ہوتا کہ دراصل ایسی چیزیں کہیں نہیں ہوتیں کہ جو انسان کو ضرر پہنچاویں - اس کا کیا سبب ہے - وہی بچپن کے خیالات کا دماغ میں نقش ہو جانا - اندھیرے راستہ میں چلتے ہوئے اپنے ہی پاؤں کا کوئی غیر معمولی کھٹکا سنا اور دل دھک ہو کر سناٹا پیدا ہو گیا - سر تک کے بال اور رونگٹے کھڑے ہو گئے - معلوم نہیں اس وقت کیا برقی اثر ہوتا ہے کہ فوراً اوسان خطا ہو جاتے ہیں - یہ سب ہماری بچپن کی تعلیم کا اثر ہوتا ہے ؛

سب مانتے ہیں کہ بچپن کی عادت چھوٹتی نہیں یا بڑی مشکل سے چھوٹتی ہے - ہم چار پانچ برس کے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بھی اپنے سے چھوٹے بچوں کو اسی طرح بہلاتے ہیں - جس طرح ان کے بڑوں نے ان کو بہلایا تھا - اور ہزاروں طرح کے جھوٹ بولنے لگ جاتے ہیں - جب تک وہ چھوٹے ہوتے ہیں - اس وقت والدین کو (اس وجہ سے کہ کوئی ظاہری نقصان نہیں دیکھتے) وہ جھوٹی باتیں بڑا مزا دیتی ہیں - اور پھر بچہ کے

سامنے حاضرین کے آگے بار بار دوہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھتے ہو بچہ کی بساط کیا ہے۔ اور کیسی بات گھڑ لیتا ہے۔ میں تو اُس کی باتیں سن سن کر حیران رہ جاتا ہوں۔ دوسرے کہتے ہیں ماشاءاللہ کیسے باپ کا بیٹا ہے۔ خدا چاہیگا تو اپنے باپ سے بھی دو درجہ بڑھ جائیگا۔ جب بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے اور اُس کے جھوٹ سے اُس کے بزرگوں کو نقصان پہنچتا ہے تو اب اُس کو سمجھاتے ہیں۔ بچہ۔ جھوٹ بولنے سے آدمی بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ پھر اُس کی سچی باتوں کا بھی کوئی یقین نہیں کرتا۔ سب آدمی اُس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ کوئی اُس کو مُنہ نہیں لگاتا۔ راستی موجب رضائے خداست۔ جس سے خدا خوش ہوتا ہے اُس سے تمام خلقت خوش ہوتی ہے۔ غرض ہزاروں طرح سے اُس کو سمجھاتے ہیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا تو ڈراتے ہیں۔ دھمکاتے ہیں۔ مارتے کوٹتے ہیں۔ مگر پھر بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔ پھر لڑکا اُستاد کے سپرد ہوتا ہے۔ اور اُستاد کو ہدایت کی جاتی ہے کہ یہ لڑکا قدرتی طور پر شریر پیدا ہوا ہے۔ اس کی آپ اچھی طرح سے اصلاح کریں۔ اُستاد کہتا ہے۔ موروثی مرضوں کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ جو کچھ مجھ سے ہو سکیگا کرونگا۔ میں کیا کروں۔ جب نزع کا وقت آتا ہے۔ لبوں پر جان ہوتی ہے۔ اُس وقت بیمار کو میرے سپرد کرتے ہیں۔ اُستاد سمجھتا تو ہے کہ اب یہ مرض لاعلاج ہو گئی ہے۔ مگر ہاتھ پاؤں مارتا ہے کیا کرے۔ جھوٹ کا پودہ اُس کے دماغ میں نصب ہو کر بڑھ جاتا ہے۔ اور اُس کی خاردار شاخیں چاروں طرف پھیل جاتی ہیں۔ اور سچ کے پودے کو ایسا پامال کر دیتا ہے جیسا ٹڈی دل کسی ننھے پودہ کو لکڑی سمیت کھا جاتا ہے اور صرف کمزور جڑ ہی رہ جاتی ہے۔ اگر اُستاد اُس کو بار بار جھوٹ سے ٹوکتا اور مارتا ہے تو وہ اُلٹا چڑ جاتا ہے اور صدہا باتیں بنا کر والدین سے جا کہتا ہے۔ اگر والدین اُس کی کچھ نہیں سُنتے تو اُستاد کو بہتیرے چکمے دیتا ہے۔ اور اگر سیدھا ہو کر پڑھنے لگ جاتا ہے۔ اور ضروری تعلیم کو حاصل بھی کر لیتا ہے تو پھر بھی اُس کا دماغ گندہ ہی رہتا ہے۔ اگر اُس کو کوئی ایسا کام ملگیا ہے۔ جسکا سیدھا راستہ ہو تو ٹھیک چال چلا جاتا ہے۔ اور اپنی زندگی کے دن ٹیر کر لیتا ہے۔ ورنہ رہ جاتا ہے۔ دیکھتے ہو ہمارے ہزاروں بچے بی اے ایم اے ہیں ــ کسی میں بھی انتقال ذہن اور ایجاد کا مادہ موجود نہیں ہے۔ بس اُس کی اور کوئی وجہ نہیں۔ ہماری بچپن کی تعلیم اچھی نہیں ہوتی۔ نہ والدین لائق ہیں کہ اُن کو ٹھیک تربیت کر سکیں۔ اور نہ اُن کو معلوم ہی ہے کہ تربیت کس جانور کا نام ہے ؂

ہم تمام ہندوستان پر نظر ڈال کر دیکھتے ہیں۔ تو کچھ تجارت پیشہ بنئے۔ مہاجنوں کے بچّوں کی حالت اچھی پاتے ہیں۔ گو وہ ایسے تو نہیں کہ جس قدر ہمارے ہندوستان کو ضرورت ہے

مگر خیر اس وقت کے واسطے غنیمت ہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی نگرانی کا سرکل بہت چھوٹا ہے۔ یعنے جس سرکل میں وہ بود و باش رکھتے ہیں یا دوکانداری کرتے ہیں وہ دور دراز تک پھیلا ہوا نہیں ہے۔ اُنکے بچے یا لوگ گھر رہتے ہیں یا دوکان پر جہاں سب کو وہ کاروبار کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ رات دن لین دین بنج بیوپار کی آواز ان کے کان میں پڑتی ہے۔ وہ اُن کے دماغ میں نقش ہوتی جاتی ہے۔ اور تمدّن اور اکانمی کے مسائل سے ماہر ہو جاتے ہیں جس قدر بچوں کی نگرانی کا کام مشکل ہے اور کوئی بھی نہیں۔ مگر ہم اُس پر کوئی توجہ ہی نہیں کرتے۔ گھوڑا۔ ٹٹو۔ بھینس۔ گائے۔ بھیڑ۔ بکری۔ چڑیا۔ مرغی۔ درخت پیڑ۔ اکی تو نگرانی کرتے ہیں۔ مگر اپنے بچوں اور متوسلین سے غافل رہتے ہیں۔ ہمکو یہ مغالطہ لگا ہوا ہے کہ یہ بے زبان ہیں اور ہمیشہ اسی طرح رہینگے۔ وہ تو نگرانی بغیر ٹھیک نہیں رہ سکتے۔ اور بچوں کی بابت یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ آپ ہی بڑے ہوکر درست ہو جاوینگے۔ بلکہ بعض تو اپنے چھوٹے بچوں کے سامنے ہی کہدیتے ہیں۔ کہ اس کا باپ اس سے بھی بڑھکر شریر تھا۔ بلکہ چھٹپن میں جو کچھ اُس کے باپ نے نالائقی کے کام کئے ہوتے ہیں۔ وہ سب اُس کے کان میں ڈالدیتے ہیں۔ اس بات پر غور نہیں کرتے۔ کہ بچہ ماں کے پیٹ سے سیکھا ہوا نہیں نکلتا۔ بلکہ جو کچھ سیکھتا ہے باہر ہی آکر سیکھتا ہے۔ اور جیسا کچھ سیکھتا ہے آخر ویسا ہی نکلیگا۔ مَا يَكُونُ فِي الْإِنَاءِ يَتَرَشَّحُ مِنْهُ۔ اگر اُن کی حالت ایسی ہوتی جیسے حیوانوں یا نباتات کی ہے تو کچھ ڈر نہیں تھا۔ مگر اُن کا اثر تو ایسا متعدی ہے کہ اپنے اوپر پڑنے کے علاوہ دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔ دارین کے کل بار کا اُس نے جواب دہ بننا ہے۔ زمانہ اُنہیں سے اچھا اور بُرا کہلائیگا۔ ورنہ زمانہ خود تو بُرا بھلا کچھ بھی نہیں ؛

بچوں کی اصلاح اور تربیت کا بہت ہی مشکل مضمون ہے۔ اگر کوئی تجربہ کار لایق اس مضمون کو لکھے اور پیٹ میں پڑنے سے ۲۵ سال کی عمر تک جس میں بچہ کی جسمی اور تمدنی اور تربیت وغیرہ کے قواعد ہوں اور اُس میں تعلیم وغیرہ کے کل قواعد آجائیں تو ہمارے ملک کو بڑا ہی فائدہ ہو۔ میننے ایک دفعہ لکھنا شروع کیا تھا۔ مگر ایک تو اپنی کم لیاقتی اور دوسرا کم فرصتی سے رہگیا۔ انشا اللہ تعالیٰ اگر فرصت ملی تو اُس کو ترتیب[1] دونگا ؛

میاں بیوی کے معاملہ میں جھوٹ

یہ عام مشہور ہے کہ اگر خاوند بیوی کی رضاجوئی کے واسطے جھوٹ بولے یا بیوی اپنے خاوند

[1] یہ مضمون تیار ہو رہا ہے۔ عنقریب طبع ہوکر ہدیۂ ناظرین ہوگا ۱۲

کے خوش کرنے کے واسطے جھوٹ کا استعمال کرے۔ یا کوئی اور میاں بیوی کے بگاڑ میں اُن کی صلح کرانے کے واسطے جھوٹ بولے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ جب اُن سے کوئی نظیر یا مثال طلب کی جاتی ہے تو اُس وقت وہ ایسے من گھڑت قصہ اور کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ جنکو اس رسالہ میں جگہ دینے کو دل نہیں چاہتا ؛

اسکا فیصلہ تو تھوڑے سے الفاظ میں ہو سکتا ہے۔ جب ہم یہ قاعدہ مقرر کرینگے کہ میاں بیوی کو باہم جھوٹھ بولنا جائز ہے تو ضرور ہے کہ میاں بیوی کو اسکا علم ہے۔ جب علم ہے تو جھوٹ ظاہر ہو گیا۔ اور اُس کا اثر باطل ہو گیا بلکہ برا اثر پڑا کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کے کہنے کا کچھ اعتبار ہی نہیں رہیگا۔ جنسے ہزاروں نزاع اور جھگڑے پیدا ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ میاں بیویوں میں ہمیشہ تنازعہ اور جھگڑے رہتے ہیں۔ اور جگہ پر تو جھوٹ کا اتنا برا اثر نہ پڑتا ہوگا۔ جس قدر کہ خاوند اور بیوی میں پڑتا ہے ؛

ہم کچھ معترضین کے خیالات کی نقل کرتے ہیں۔ اور پھر ایک راستباز کی کارگذاری دکھلائینگے

فریق اوّل میاں بیوی کا رشتہ بڑا نازک ہے۔ اُن کو ذرا ذراسی باتوں کا خیال کرنا چاہئیے۔ اگر راستی سے کام نہ نکلے تو جھوٹ سے نکال لینا چاہئیے میاں بیوی دونوں ملکر جسم واحد ہیں۔ اگر جھوٹ سے ایک کا نقصان ہوگا تو دوسرے کا فائدہ۔ اس سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہے۔ میاں بیوی کو خوش رکھنے کے واسطے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھنا چاہئیے جھوٹ سچ جس طرح سے ہو سکے خوش کرے۔ جب جسم واحد ہیں تو اگر آدھے جسم کو تکلیف ہوگی۔ دوسرا آدھا بھی تکلیف میں مبتلا ہو جاویگا۔ پس اُن میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئیے۔ اور جس طرح سے ہو سکے اُس کا دفعیہ کرنا چاہئیے۔ اس سے بھلا کیا جھوٹ بڑھیگا؛

فریق دوم۔ اگر تمہارے اس کہنے کو مان لیویں اور کہیں کہ واقعی میاں بیوی ایک جسم ہیں تو بھی غیر ممکن ہے کہ غلط واقعات سے وہ اپنے جسم کو خوش رکھ سکیں۔ کوئی آدمی اپنے آپ کو غلط واقعات اور امیدوں سے مسرور نہیں کر سکتا۔ اگر ہم اپنے دل کو کہیں کہ کل تمکو اس قدر دولت مل جائیگی۔ جس کی کوئی بھی اصل نہیں ہے تو کیا ہم خوش ہو جائینگے ہرگز نہیں غلط واقعات سے کوئی اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دیسکتا۔ تمام دنیا میں جھوٹ پھیلانے کے واسطے صرف اتنی ہی اجازت دینا کافی ہے۔ کہ میاں بیوی باہم جھوٹ بول سکتے ہیں۔ نہ شادیاں بند ہونگی اور نہ جھوٹ رُکیگا۔ آپ اس فقرہ کو واپس لیں کہ اُس سے کیا جھوٹ بڑھیگا؛

ایک صاحب نے ذکر کیا کہ ایک رئیس کا اپنی بیوی کے ساتھ اس وجہ سے نزاع ہو گیا

کہ اُس کو غلط شبہ پیدا ہو گیا کہ اُس کی بیوی اپنے ایک غلام پر عاشق ہے۔ خاوند اُس کو نکالنا چاہتا تھا۔ بیوی اُس کے خلاف تھی۔ اس پر لمبا چوڑا نزاع پھیل گیا۔ میننے اس فساد کے فرو کرنے کی ہزاروں تدبیریں کیں مگر کامیاب نہ ہوا ÷

یہ تو مجھے معلوم تھا کہ میاں کا خیال بالکل غلط ہے۔ یوں ہی خاوند کی نا سمجھی سے بات بڑھ گئی تھی۔ میننے آخر یہ سوچا کہ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئیے کہ بیوی کو اپنے غلام سے نفرت ہو جائے اور وہ خود ہی کسی طرح سے اُس کو نکال دے ÷ میننے حکمت عملی سے غلام کی بدعملیوں کا ذکر کرنا شروع کیا۔ ایک دفعہ دو تین چیزیں بیوی کی میں خود چُرا لایا۔ جہاں ہمیشہ اُس غلام کی آمدرفت تھی۔ اور کچھ دنوں کے بعد اُس غلام کے اسباب میں باحتیاط تمام رکھوادیں۔ اور تلاشی میں نکلوادیں کہ جس وجہ سے اُس کی بیوی نے خود ہی اُس کو نکال دیا۔ اور میاں بیوی دونوں چین سے رہنے لگے ÷

یہ ایسا لغو واقعہ ہے کہ اُس کے جواب لکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اُس نے کیسی بُری تدبیر سوچی تھی۔ اگر اسپر بھی اُس کی بیوی اُس کو نہ نکالتی تو پھر کیا ہوتا۔ پہلے تو صرف غلط اشتباہ ہی تھا۔ اور اب اُس کے خاوند کو یقین ہو جاتا۔ بلکہ اُس کو یہ خیال ہو جاتا کہ بیوی نے خود ہی اُس کو وہ چیزیں دیدی ہیں۔ اُس غلط اشتباہ کا اُس نے کیا انسداد کیا۔ وہ تو خار کی طرح میاں کے دلمیں کھٹکتا رہا۔ جو لوگ ایسی حالت میں جھوٹ سے صلح کرانا چاہتے ہیں۔ اگر کبھی وہ اپنے ارادہ پر کامیاب بھی ہو جائیں تو اُن کو خوش نہیں ہونا چاہئیے۔ خطا اگر راست بیاید تا ہم خطا است ÷ مگر ہم تو کہتے ہیں کہ خطا کبھی راست آتی ہی نہیں۔ اور اگر کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے تو اُس کا سبب خطا نہیں ہوتی بلکہ اور اسباب ہوتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والوں کا دراصل دماغ بگڑ جاتا ہے وہ راستی سے کام لینا جانتے ہی نہیں۔ اب ہم ایک مثال میاں بیوی میں صلح کرانے کی جس سے ایک راستباز آدمی کو کامیابی ہوئی بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ ذرا لمبی ہے مگر ہم اُس کو اختصار کے ساتھ بیان کئے دیتے ہیں ÷

ایک معزز خاندان کے میاں بیوی میں سخت نزاع بڑھتا جاتا تھا۔ ایک اُن کا قریبی رشتہ دار گو رشتہ میں چھوٹا تھا۔ مگر ذہانت اور لیاقت میں دونوں سے بڑھا ہوا تھا۔ اور راستباز بھی ایسا تھا کہ سچائی اُس کی خانہ زاد غلام تھی۔ اُس کی حسن تدبیری کی شہرت دور دراز جگہ پر پھیلی ہوئی تھی۔ اُس کو خیال پیدا ہوا کہ اگر انکی یہی حالت رہی تو تھوڑے ہی دنوں میں

برباد ہو جاویگا۔ اور اُس کا بُرا اثر متعدی بیماری کی طرح دور دراز جگہ پر پھیلیگا۔ اور میں بھی اُس کے بُرے اثر سے بچ نہیں سکونگا۔

اُس نے خفیہ طور پر تحقیقات کرنی شروع کی تو انکے نزاع کے سبب امورات ذیل معلوم ہوئے

اول۔ خاوند گو تعلیم یافتہ ہے۔ مگر سخت مزاج ہے وہ چاہتا ہے کہ بیوی میرے تمام حکام کی تعمیل اس طرح کرے جس طرح پر ایک زرخرید غلام کرتا ہے۔ اور اُسی طرح اُس کی والدہ اور بھائی بھینوں کی بھی فرمانبردار بنی رہے۔

دوم۔ جس طرح خاوند اپنے بھائی بھینوں کو زیادہ چاہتا تھا۔ اُسی طرح بیوی بھی اپنے بھائی بھینوں کو زیادہ چاہتی تھی۔ کہ جس وجہ سے خرچ بہت بڑھ گیا تھا۔ اور لوکروں چاکروں کی یہ کیفیت تھی کہ جن کو میاں چاہتا تھا بیوی اُنکی تخریب کے درپئے تھی۔ جنکو بیوی چاہتی تھی خاوند اُن کی مخالفت کرتا تھا۔ جس سے خانہ داری کا انتظام بالکل بگڑ رہا تھا۔

سیوم۔ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا۔ دونوں لڑکیوں کا رشتہ خاوند تو چاہتا تھا۔ اپنے کُنبہ میں کروں۔ اور بیوی اپنے کُنبہ کی طرف کرنا چاہتی تھی۔ خاوند چاہتا تھا کہ لڑکے کو کسی دور کے مدرسہ میں بھیجدوں کہ وہاں رہکر تعلیم حاصل کرے۔ اور بیوی سمجھتی تھی کہ تعلیم کا صرف بہانہ ہے۔ وہ در اصل مجھ سے چھڑانا چاہتا ہے۔

چہارم۔ خاوند میں کچھ علت تماش بینی اور مے نوشی کی تھی اور بیوی کو اس سے نفرت تھی۔ سب سے پہلے جو اُس نے کوشش کی وہ یہ تھی۔ کہ اُس نے جھوٹ اور سچ کے نقصان تقریری اور تحریری دونوں طرح پر بیان کرنے شروع کئے۔ جب اُس نے سمجھ لیا کہ دونوں میں ضرورت کے موافق راستی کا مادہ بھر گیا ہے تو ڈائرکٹ اور انڈائرکٹ پہلے دونوں کو علیحدہ علیحدہ تلقین کرنی شروع کی۔ اور پھر دونوں کی موجودگی میں اور اسی طرح اُن کے متعلقین کو تعلیم دی۔ اُس کے تیرہ لکچر بہت طول طویل ہیں۔ تین اُس کے خاوند کے اور تین اُس کی بیوی کے نام ہیں جو دونوں کو علیحدہ علیحدہ تنہائی میں دئے۔ اور تین لکچر دونوں کی موجودگی میں۔ اور تین لکچر جو اُنکے متعلقین کو دئے۔ اور تیرھواں خانہ داری کے انتظام کے متعلق ہے۔ معلوم نہیں اُس کی جادو بھری تقریر میں کیا اثر تھا کہ اُنکے تمام خیالات پلٹ دئے۔ اور ایسا انتظام کردیا کہ آئندہ پھر کبھی جھگڑا پیدا نہ ہوا۔

اُن میں سے ہم کچھ فقرہ نقل کرتے ہیں جس سے صاف معلوم ہو جاویگا کہ ایسے اعلےٰ خیالات کا دماغ میں آنا اس وقت تک مشکل ہے۔ جب تک تعلیم کے ساتھ سچائی کا اعلےٰ وصف نہ ہو۔ مگر افسوس یہ ہے کہ یہ بے تعلق فقرے ہیں۔ ظاہر ہیں سنکر متاثر نہیں ہونگے

اُس سے وہی متاثر ہو سکتے ہیں جو پہلے جھوٹ کو اپنے دماغ سے نکال دیں اور راستی کو بھر لیں ۔

خاوند کو تنہائی ہیں۔ زوجہ اُس وقت نام ہوتا ہے جب وہ اپنے پیارے والدین اور عزیز بھائی بہینوں کو یک لخت چھوڑ کر اور اپنی پیاری آزادی کو یک دم ترک کر کے اپنے خاوند کا جوڑا بنتی ہے۔ خاوند کے گھر میں آکر ایسی صحبت میسر ہوتی ہے جو اُس کے نازو نعمت میں پرورش یافتہ زندگی کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ جن اداؤں پر اُس کے ماں باپ ہزار جان سے قربان ہوتے تھے اب اُن پر نکتہ چینی ہونے لگتی ہے۔ عورت تو قدرتی ہی ضعیف دل کی ہوتی ہے۔ اگر کسی مرد کے ساتھ ایسا ہو تو ضرور چڑ اغڑا ہو جائے۔ اب اُس کی ساری اُمیدیں خاوند سے وابستہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ جب شادی ہوتی ہے تو وہ زبان حال سے یوں کہتی ہے۔ کہ اے میرے شوہر (مالک) میں اپنے تئیں تجھے دے ڈالتی ہوں اور اپنی قدیمی آزادی کے تاج و تخت اور حکومت کو تجھ پر تصدق کر کے تیری محکوم بنتی ہوں۔ اور اپنے والدین اور بھائی بہینوں اور ساز و سامان کو جو ایک لمحہ میری آنکھ سے اُجھل ہو جائیں تو تمام جہان تاریک ہو جائے۔ آج اُن سے اپنی محبت کے پیوند کو گو اُس سے میرا کلیجہ کتنا ہی چھد جائے صرف اس امید پر کاٹتی ہوں کہ تو میری بے بسی اور بیکسی میں میرا سرپرست ہوگا۔ اور میرے زخموں کو محبت کے پانی سے دھوئیگا۔ اور اس بات کو بھی۔ کہ عورت مرد کا نصف ہوتی ہے۔ بھول جائے تو زائد گوشت یا چھنگلیا انگلی کی طرح اور یہ بھی نہیں تو ایک پاؤں کی جوتی کی طرح کہ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی جبتک ٹوٹ نہ جائے (مرنہ جائے) پھینک نہیں دیتا۔ حفاظت سے رکھیگا تو ہزار جان سے تیرا شکر کرونگی۔ اب میرا تجھ بغیر کون ہے۔ اگر اتنا بھی نہیں ہو سکتا تو ابھی سے جواب دیدے۔ میں اپنے آپ کو کیوں برباد کروں۔ اگر خداوند تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے تجھے عورت بنادے تو کیا تو اسقدر مصائب جھیل سکتا ہے۔ کبھی نہیں۔ کانپ جائے حواس باختہ ہو جائے۔ مگر اس حال میں نہ آئے۔ ہم ہیں کہ اس وقت بھی ہر چہ بادا باد کی جرأت رکھتے ہیں ۔

جو اس طرح ساتھ دے کون متنفس ہے کہ اُس کی دلداری روا نہ رکھے۔ اُن چرند پرندوں کو دیکھو جو انسان کی صحبت سے بے تمیز نہیں ہو گئے۔ اپنے جوڑا کے ساتھ کس شوق سے رہتے ہیں۔ مادہ ہزار طرح سے بے اعتنائی کرے۔ مگر وہ ذرا بھی اُس کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اور خوش ہوتے ہیں۔ کیا انسان اُن سے بھی گیا گذرا ہوا ۔

بیوی سے زیادہ خاوند کا کون دوست ہے۔ بیماری دُکھ میں وہ جان دینے کو

طیار ہوتی ہے - اور بعض ایسی مخصوص بیماریاں ہیں جنکی مرہم پٹی بیوی بغیر کوئی نہیں کر سکتا - اگر ایک دوسرے کی زندگی کا معاوضہ ہو سکتا تو بیوی نہایت خوشی بلکہ فخر سے اپنی زندگی اُس پر تصدق کر دیتی - جب وہ اپنے خاوند کے مردہ جسم کے ساتھ اپنی عزیز لائف کو جسکا ایک لمحہ تمام دنیا کے مال دولت کے عوض ہاتھ نہیں آسکتا - جلا کر بھسم کر دیتی ہے تو یہ کیا مشکل ہے - ہائے کس زبان سے یہ شعر نکل رہا ہے :- **شعر**

ہمچو ہندو زن کسے در عاشقی دیوانہ نیست
سوختن بر شمع مردہ کار ہر پروانہ نیست

بیوی کا تو خدا نے ایک عجیب سا رشتہ بنایا ہے - جوانی میں وہ غمگسار مونس ہے اور بڑھاپے میں دایا ہے :-

بیٹے اور پوتے تو اپنے ایسے اغراض رکھتے ہیں - جو عموماً اُس کے مرنے یا بیکار ہونے پر حاصل ہوتے ہیں :-

خاوند کی شکایت بجا ہے کہ عورت میں ضد اور ہٹ ہوتی ہے - اس سے کون خالی ہے مردوں کے ناز اُٹھانے والے بہت ہوتے ہیں - اس واسطے وہ تقسیم ہو جاتی ہے - مگر عورت جب تک ناکتخدا رہتی ہے - اُس وقت صرف اُس کی اکیلی ماں ہی ناز بردار ہوتی ہے جب اُس کا کچھ تعلق دور ہو جاتا ہے تو صرف خاوند ہی رہ جاتا ہے - مگر خاوند بیجا مزاحمت سے اور بڑھا لیتا ہے - صرف غصہ کے وقت کا نام ضد اور ہٹ ہے - اور محبت کے وقت کے نام ناز و ادا :-

بیوی کو تنہائی میں - عورت میں قدرتی طور پر سمجھ کم ہوتی ہے - کیونکہ اُس کی تخلیق میں کمی ہے - دماغ جس پر تمام کاموں کا دارمدار ہے - بقول ڈاکٹراں اڑھائی تین چھٹانک کم ہوتا ہے - مگر یہ کمی نسبتاً بہت زیادہ ہے - طبیب مرد کے چاروں دماغوں کے مجموعہ کو عورت کے چاروں دماغوں سے وزن کرتے ہیں - اگر بڑے دماغ کے ساتھ جسکا تعلق عقل اور سمجھ کے ساتھ ہے حساب لگایا جاوے تو نسبت میں بہت فرق پڑ جائے - کیونکہ دماغ خورد مرد کی بہ نسبت عورت کا زیادہ ہوتا ہے جس میں حسی طاقت ہوتی ہے پس عورت کے واسطے نہایت ضروری ہے کہ وہ اکیلی نہ رہے - بلکہ ایک مرد کے ساتھ خاص تعلق پیدا کرے جسکا نام زوج ہے - تاکہ اُس کے تمام کاموں کا کفیل بنے - سب کام اُس کے مشورہ اور صلاح سے ہوں - خاوند سے بہتر اور کون ایسا مشیر اور صلاح کار رہ سکتا ہے کہ کام بگڑ جائے تو اُس کا ذمہ وار اور جواب دہ مشیر ہو - پس دنیا میں اگر کوئی ایسا مشیر ہے تو خاوند ہی ہے - اور کوئی نہیں - رضاجوئی اور محبت سے اُس کو گرویدہ کرو - جس قدر تم

محبت کرو گی اُسی قدر خاوند میں تمہاری محبت بڑھیگی - جسکے ساتھ بڑھی ہوئی محبت ہوتی ہے وہ کبھی اپنے محبوب کے خلاف نہیں چلتا - خداوند کریم نے عورتوں میں ایک عجیب مقناطیسی کشش ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ اپنے دل کو محبت کی لوح سے رگڑ کر کام لیں تو مرد ضرور کھنچا چلا آتا ہے - ہائے یہ کشش تو اُس کی تصویر میں بھی موجود ہے - جس میں نہ دل ہوتا ہے نہ جان - تم ہمیشہ دیکھتی ہو جس کی بیوی اس کشش کو زنگ آلود کر دیتی ہے - تو اُس کا مرد کسی غیر کی کشش کے پھیر میں آجاتا ہے - اور مال جان اُس پر تصدق کرتا ہے جو بیوی سمجھدار ہوتی ہے وہ کبھی اپنی اس طاقت کو زنگ آلود نہیں ہونے دیتی - اور اگر اتفاقیہ زنگ آبھی جائے تو جھٹ اُس کو صاف کر لیتی ہے ؛

نا اتفاقی کا خدا ستیاناس کرے - دنیا کے کاربار خواہ کسی سلطنت کے ہوں یا کسی ایک گھر کے - اُسی وقت خوش اسلوبی سے چل سکتے ہیں - جب وہ ایک کے ہاتھ میں ہوں اور دوسرے اُس کے متعلقین اور متوسلین اُس کے ساتھ متفق ہو کر مدد کریں اگر وہ مدد نہ کریں تو ایک وزیر بھی نہیں چل سکتے اور اگر مخالفت کریں (میاں ایک طرف کھینچے اور بیوی دوسری طرف) تو کیا ٹھکانا ہے ؛

تم اپنے والدین کا ہی خیال کر لو کہ تمہاری والدہ تمہارے والد پر ور ہے - اس واسطے خانہ داری کا کام سب بگڑ گیا ورنہ وہ تمہارے پاس کیوں آتے - اور تمہاری عادت بھی اُسی کم بختی کا نتیجہ ہے - جو آج تمکو اس کم بخت عادت سے اُٹھانی پڑی - اگر تمہارا والد ور ہوتا تو کبھی یہ عادت تمہارے میں نہ آتی ؛

قاعدہ کی بات ہے کہ جب دو آدمی آپس میں جھگڑتے ہیں تو کمزور ہی نقصان اُٹھاتا ہے - عورت چونکہ مرد کی بہ نسبت کمزور ہوتی ہے - اس واسطے اُسی کو نقصان اُٹھانا پڑیگا جو تنازعہ جھگڑے پھیلے ہوتے ہیں اُن کو خیر باد کہو - تم کو اس میں کیا لینا ہے - تم آئندہ کے جھگڑے بکھیڑے اپنے سر کیوں لیتی ہو - خاوند پر ہی اس کا بوجھ رہنے دو - تم اپنی چین سے گذارو - تمہارا خاوند تو ایسی خصلت کا ہے - جس وقت ذرا تم نے اُسکی خوشامد کی تو وہ تمہارا ہی کلمہ پڑھنے لگیگا - اور کہے گا کہ جس طرح تمہاری مرضی ہے کرو - مگر میں تمکو سمجھائے دیتا ہوں کہ تم اپنی مرضی کو دخل نہ دینا ؛

اس تقریر کے بعد اُس نے اُن چند خاندانوں کو گنتا جو عورتوں کی ناعاقبت اندیشی کے شکار ہوئے تھے - جنکے کھنڈرات اب بھی زبان حال سے پکار پکار کر سبق دے رہے ہیں ؛

محبت کرو گی اُسی قدر خاوند بھی تمہاری محبت بڑھیگی - جسکے ساتھ بڑھی ہوئی محبت ہوتی ہے وہ کبھی اپنے محبوب کے خلاف نہیں چلتا - خداوند کریم نے عورتوں میں ایک عجیب مقناطیسی کشش ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ اپنے دل کو محبت کی لوح سے رگڑ کر کام لیں تو مرد ضرور کھنچا چلا آتا ہے - ہائے یہ کشش تو اُس کی تصویر میں بھی موجود ہے - جس میں نہ دل ہوتا ہے نہ جان - تم ہمیشہ دیکھتی ہو جس کی بیوی اس کشش کو زنگ آلود کر دیتی ہے - تو اُس کا مرد کسی غیر کی کشش کے پھیر میں آجاتا ہے - اور مال جان اُس پر تصدق کرتا ہے جو بیوی سمجھدار ہوتی ہے وہ کبھی اپنی اس طاقت کو زنگ آلود نہیں ہونے دیتی - اور اگر اتفاقیہ زنگ آبھی جائے تو جھٹ اُس کو صاف کر لیتی ہے ؛

نااتفاقی کا خدا ستیاناس کرے - دنیا کے کاربار خواہ کسی سلطنت کے ہوں یا کسی ایک گھر کے - اُسی وقت خوش اسلوبی سے چل سکتے ہیں - جب وہ ایک کے ہاتھ میں ہوں اور دوسرے اُس کے متعلقین اور متوسلین اُس کے ساتھ متفق ہو کر مدد کریں اگر وہ مدد نہ کریں تو ایک روز بھی نہیں چل سکتے اور اگر مخالفت کریں (میاں ایک طرف کھینچے اور بیوی دوسری طرف) تو کیا ٹھکانا ہے ؛

تم اپنے والدین کا ہی خیال کر لو کہ تمہاری والدہ تمہارے والد پر ور ہے - اس واسطے خانہ داری کا کام سب بگڑ گیا ورنہ وہ تمہارے پاس کیوں آتے - اور تمہاری عادت بھی اُسی کم بختی کا نتیجہ ہے - جو آج تمکو اس کم بخت عادت سے اُٹھانی پڑی - اگر تمہارا والد ور ہوتا تو کبھی یہ عادت تمہارے میں نہ آتی ؛

قاعدہ کی بات ہے کہ جب دو آدمی آپس میں جھگڑتے ہیں تو کمزور ہی نقصان اُٹھاتا ہے - عورت چونکہ مرد کی بہ نسبت کمزور ہوتی ہے - اس واسطے اُسی کو نقصان اُٹھانا پڑیگا جو تنازعہ جھگڑے پھیلے ہوتے ہیں اُن کو خیرباد کہو - تم کو اس میں کیا لینا ہے - تم آئندہ کے جھگڑے بکھیڑے اپنے سر کیوں لیتی ہو - خاوند پر ہی اس کا بوجھ رہنے دو - تم اپنی چین سے گذارو - تمہارا خاوند تو ایسی خصلت کا ہے - جس وقت ذرا تم نے اُسکی خوشامد کی تو وہ تمہارا ہی کلمہ پڑھنے لگیگا - اور کہے گا کہ جس طرح تمہاری مرضی ہے کرو - مگر میں تمکو سمجھائے دیتا ہوں کہ تم اپنی مرضی کو دخل نہ دینا ؛

اس تقریر کے بعد اُس نے اُن چند خاندانوں کو گنا جو عورتوں کی ناعاقبت اندیشی کے شکار ہوئے تھے - جنکے کھنڈرات اب بھی زبانِ حال سے پکار پکار کر سبق دے رہے ہیں ؛

اور زیادہ تر جنہوں نے اثر ڈالا وہ وہ واقعات تھے جس میں کہ بیویوں کی بے اعتدالیوں سے صرف اُن کی اپنی ہی بری گت بنی تھی - اور اپنی پہلی بیوی کی زندگی میں ہی مردوں نے دوسری شادی کرلی تھی - اور پہلی بیوی نے جلاپے سے اپنی ایسی بُری حالت کرلی تھی جو جذام سے بھی بڑھ کر ہے - جس کو ایک گوشہ تنہائی میں ڈال دیتے ہیں - اور کوئی اُس کے پاس جانا پسند نہیں کرتا - کیونکہ بیوی کی تکریم و عزت صرف خاوند پر ہی منحصر ہے - اگر خاوند ہی اُس کو حقیر جانتا ہے تو کون ہے کہ اُس کو حقیر نہ جانے - بیوی کو خاوند سے پیچھے اپنی اولاد پر بھروسہ ہوتا ہے - مگر اُن کو بھی اُن کی ضرور نہیں باپ کی طرف کھینچ لے جاتی ہیں مثل مشہور ہے - جسکے ہاتھ ڈوئی اُس کا سب کوئی - وہی سہاگن جسکو پیا چاہے - جو پیا کے من بھائی وہ کملی (باولی) بھی سیانی (عقلمند) ؛

سب سے پیچھے اُس نے ظاہر کیا کہ عورت اپنی خلقی کمی کو اعلےٰ تعلیم سے پورا کرسکتی ہے گو اعلےٰ تعلیم یافتہ مرد سے سبقت نہ لیجائے - مگر وہ اپنا نقصان نہیں کرسکتی ؛

جو تقریر اُس نے دونوں کے سامنے کی

دیکھو تمہارے بگاڑ اور لڑائی جھگڑوں کا اثر قرب جوار میں وبائی بیماری کی طرح کس طرح پھیلتا جاتا ہے - اگر تمکو اوروں کا کچھ خیال نہیں تو خدا کے واسطے اپنے نونہالوں کو تو اس مہلک مرض سے بچاؤ - بچہ اپنے والدین کی عادتوں کو اس طرح اخذ کرتے ہیں - جس طرح پانی اور گرمی کو زمین جذب کرتی ہے - اور پھر وہی انجرات اُس پر برستے ہیں - وہ والدین کیسے بے رحم ہیں کہ خاردار جھاڑیوں کا بیج بوتے ہیں - اور سب سے پہلے خود ہی اُنکے زہریلے کانٹوں سے زخمی ہوتے ہیں ؛

تمہارے بگاڑ میں دیکھو دوسروں کی کیسی چاندی بن رہی ہے - اگر وہ دراندازی نہ کریں تو کس طرح سے میٹھا شہد اپنے مُنہ میں ٹپکائیں - جہاں تھوڑا سا دراڑ ہوتا ہے غرض مند اُس میں آسانی سے نقب لگا کر سرمایہ اُڑا لے جاتے ہیں - اور جہاں ذرا سا دھواں نکلتا ہے دشمن اُس دھوئیں کو اپنی ملائم دھونکنی سے بھڑکا دیتے ہیں اور ان کو جلا کر تماشہ دیکھتے ہیں - اور پھر اُنکی خاک کو اس طرح سے اُڑاتے ہیں کہ پھر اُسکا کہیں پتہ و نشان نہیں ملتا ؛

گو اس وقت چغلخور تمکو ایک میٹھے سردے کی طرح شیریں معلوم ہوتا ہے مگر وہ دراصل اندرائن کا خاصہ رکھتا ہے یا وہ ایک جوک کی طرح ہے کہ وہ میٹھی کھجلی تو کرتی ہے مگر جسم کا خون اس طرح پی جاتی ہے کہ اُس کا پتہ اُس وقت لگتا ہے جب جسم کمزور ہو جاتا ہے اور بے چینی بڑھ جاتی ہے - اس وقت تمہاری دولت کے خرمن میں دو پالنول

کے چوہے لگے ہوئے ہیں۔ جو تمہارے سرمایہ کو آہستہ آہستہ نکالے لئے جا رہے ہیں۔ بظاہر کچھ تو بیوی کے مددگار بنے ہوئے ہیں اور کچھ خاوند کے۔ تم دونوں کی غلط فہمی ہے کہ انکو تم ایک دوسرے کا مخالف خیال کرتے ہو۔ مگر در اصل اُنکی متفقہ کوششیں اپنا کام کر رہی ہیں۔ کہ تم دونوں میں کہیں سلوک نہ ہو جائے اور ہماری ناقدری ہو کر ہمارا کام نہ بگڑ جائے ؏

تمہارا اپنا قیمتی وقت تمہارا اپنا ہی نقصان کر رہا ہے۔ جو وقت جھگڑوں بکھیڑوں میں خرچ ہوتا ہے۔ اگر اپنی بھلائی میں لگاؤ تو کس قدر فوائد حاصل ہوں۔ خراب عادت خواہ کوئی ہو اُس کی سلیقہ مندی اور حسن تدبیری کے مادہ کو خراب کرتی جاتی ہے ؏

تمہارے بگاڑ کی وجہ سے تمکو عام آدمی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور خصوصاً وہ لوگ زیادہ حقیر جانتے ہیں۔ جو تمہارے اس حال سے زیادہ واقف ہیں۔ اور وہی لوگ زیادہ واقف ہیں جو تمہارے ارد گرد رہتے ہیں اور تمکو لوٹ رہے ہیں ؏

ایسے لوگ اس واسطے زیادہ لوٹتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ دولت چند روزہ مہمان ہے جس قدر جلد لوٹ لیں اُسی قدر فائدہ ہے۔ جیسا ایک فقیر کا قصّہ مشہور ہے۔ میاں بیوی کی لڑائی تو خانہ جنگی ہوتی ہے۔ اگر وہ خود نہ بنیں تو کبھی نہ بگڑتی نہیں۔ اپنی ہی تباہی کئے جاتے ہیں۔ اور دوسروں کو لوٹنے کا موقعہ دیتے ہیں۔ بھلا کبھی خانہ جنگیوں سے بھی فائدہ ہوا ہے؟ لڑکے لڑکیاں ابھی کم سن ہیں کوئی ضرورت نہیں کہ ابھی سے اُنکی نسبت ناطوں کا فکر کیا جاوے۔ اس کام میں تم دونوں دخل نہ دو۔ جب وہ جوان ہو جائینگے۔ آپ ہی تمہارے مشورہ سے اپنا جوڑہ تلاش کر لینگے۔ اگر تم نے کوئی ایسی صورت کر دی جو جوان ہو کر انکی مرضی کے موافق نہ ہوئی تو پھر بھی کم بختی کے دن دیکھنے نصیب ہونگے ؏

اس وقت نہایت ضروری ہے کہ لڑکا کسی ایسے اسکول میں بھیجدیا جائے جہاں اپنے والدین سے دور رہکر تعلیم اور تربیت سیکھے۔ ایسے لائق والدین کہاں ہیں۔ کہ اُنکے پاس رہکر اُنکی حالت سنور جائے۔ اور اگر ہوں بھی تو چونکہ بچّہ میں اخذ کرنے کا مادہ اسقدر بڑھا ہوا ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں اُنکے خیالات اور عادات کو اخذ کر لیتا ہے۔ اب آئندہ اُس کی ترقی اُس صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ دوسروں میں رہکر اُن کے خیالات اور عادات سے مقابلہ کر کے جو اچھے خیالات ہوں اُن کو اپنے میں جذب کرے اور اچھی صحبت پاکر اپنے آپکو لائق بنائے۔ ماں باپ خواہ کیسے ہی لائق ہوں۔ چونکہ اولاد کے ساتھ ایک قدرتی اُنس ہوتا ہے اپنے بچّوں کے عیوب کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ اور بچّوں کو بھی اُن پر ناز ہوتا ہے۔ اُن کی باہم بات چیت عجیب طرح کی ہوتی ہے۔ جسکی اصلاح غیروں میں ہی جا کر ہو سکتی ہے۔ ہم ہمیشہ

دیکھتے ہیں کہ جو بچے گھروں میں رہکر بی اے۔ ایم اے ہو جاتے ہیں اُنکی گفت وکلام کا طریقہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ اگر کوئی چیز مانگیں گے تو اُن کا ٹون اور لہجہ ایسا ہوگا جیسا ایک کمزور طبیعت لڑکے کا ہوتا ہے کہ ایں ایں یعنے بچوں کے گرگڑانے کے لہجہ میں مانگتے ہیں ؁

اُن کے والدین و متوسلین سے گفتگو

تمہاری موجودگی میں یہ کیا بکھیڑا ہے۔ جب یہ گھر خاک سیاہ ہو جاویگا۔ تمکو لوگ کیا کچھ ملزم نہیں بنائینگے۔ صرف ملزم ہی نہیں بلکہ وہ تمہاری ضروریات بھی رک جاوینگی۔ جنپر تمام تمہاری زندگی کا دارمدار ہے اگر اُنکو لوگ بُرا کہتے ہیں تو تمکو سب سے زیادہ بُرا بیان کرتے ہیں۔ آخر تو یہ تمہارے ہی اعمال کے نتائج ہیں۔ اکٹھا رہنا واقعی بہت اچھا ہے۔ آگ پانی ملازم مکان برتن وغیرہ سب مشترک اور مختصر ہوتے ہیں۔ سب کنبہ ملکر کھاتا پیتا ہے تو اُس کا خرچ بہت ہی کم ہوتا ہے۔ بچوں کی نگرانی بھی بہت اچھی طرح سے ہوتی ہے۔ غیروں پر رُعب اور دباؤ اور انفلیونس ہوتا ہے غرض ہزاروں فائدے ہیں۔ مگر یہ اُسی صورت میں حاصل ہوتے ہیں۔ کہ سب اتفاق سے رہیں۔ کسی قسم کی بھی نااتفاقی نہ ہو۔ اور اگر خدانخواستہ نااتفاقی ہو جائے۔ اور ایک دوسرے کی بدگمانیاں حد سے بڑھ جاویں تو جو اس میں سمجھ دار ہوتے ہیں اور اپنی شکایت کا ڈر ہوتا ہے الگ ہو جاتے ہیں۔ بھٹھ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹے کان ؁

یہ سچ ہے سزا اتفاق مگس شہد مے شود پیدا۔ خدا چہ لذت شیریں در اتفاق نہاد ؁ مگر شہد اُسی وقت جمع ہوتا ہے جب متفقہ کوششیں کام کر رہی ہوں۔ مگر اُن کو بھی جنکی بابت یہ یقین ہوتا ہے کہ ہماری محنت میں شریک نہیں ہوتی اور دیکھ لیتی ہیں کہ ہماری محنت میں حصہ نہیں لیتیں اُن کو نکال دیتی ہیں۔ نہیں بس بھول گیا۔ اپنے ہاتھ سے اُنکو قتل کر دیتی ہیں۔ اُنکی برادرانہ محبت اور مادرانہ شفقت کبھی اسطرف نہیں لیجاتی کہ اپنے جگر گوشوں کو ہلاک نہ کریں اور صرف آنکھ سے ہی دور کر دیں۔ بلکہ وہ مصلحت وقت کو مقدم سمجھتی ہیں اُن کا دل نہیں چاہتا کہ وہ دوسری جگہ جا کر خود بدنام ہوں۔ اور اُن کی فیملی کو بدنام کریں ؁

انسان سے ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ایسا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انسان میں خدا نے دل اور دماغ اس قسم کا دیا ہے کہ اگر وہ راستی کے راستہ پر چلا جائے تو کبھی ناواجبی ٹھوکریں نہ کھائے۔ مگر سارا دار مدار تعلیم پر ہے۔ اگر والدین اور اُستاد اور صحبت اچھی ملگئی۔ تو سُدھر گیا۔ نہیں تو اُنکے ساتھ والدین اور اُستادوں نے بھی گالیاں کھائیں اگر لڑکا نالائق ہوتا ہے تو والدین اور اُستادوں کو ہی لوگ بُرا بھلا کہتے ہیں۔ کیونکہ سب

کے دلوں میں خفیہ طور پر یہ بات جم چکی ہے۔ کہ اگر والدین اور اُستاد نالایق ہوں تو لڑکا ضرور نالایق ہوتا ہے۔ اگر اُنکو یہ خیال ہوتا کہ والدین اور اُستادوں کی تعلیم کبھی بیکار بھی جاتی ہے تو وہ ایسا کبھی نہ کہتے ؛

خدا نے تمہیں سمجھ اور عقل اور ہمت دی ہے۔ تمہیں کسی بات کی پرواہ نہیں۔ مگر اس قدر مواجب اور تنخواہیں لو اور آیندہ زندگی چین سے گذارو۔ اور اپنی آنکھ کی ٹھنڈک کو بھی چین سے دن کاٹنے دو۔ اور مجھ سے جو سخت اور ناواجبی الفاظ تمہاری محبت سے مُنہ سے نکل گئے ہوں اُنکی معافی دو ؛

مینے صرف چار لیکچروں کا خلاصہ لکھا ہے اور پھر بھی لمبا ہو گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ناظرین کہنے لگیں کہ جھوٹ سچ کا تو رسالہ لکھ رہا ہے۔ اور طول طویل غیر متعلق حاشیہ چڑھا دئے ہیں۔ مگر مجھے یہ دکھلانا ہے کہ اگر ہم راستی سے کام لیں تو کیسا اچھا اثر پڑتا ہے ؛

مے نوشی اور تماش بینی کا مضمون تو اسقدر لمبا ہے کہ اُسکا ایک علیحدہ رسالہ بن سکتا ہے

دو دوستوں کے درمیان صلح کرانے میں جھوٹ

یہ بات مشہور ہے کہ اگر دو دوستوں میں نزاع یا شکر رنجی ہو جائے تو اگر اُن دونوں کے صلح کرانے میں جھوٹ بولا جائے تو وہ جائز ہے ؛

اسپر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے سیوم اور چہارم مسلمہ اصول کے خلاف ہے۔ جسکا ذکر میاں بیوی میں آچکا ہے۔ اور اگر ہم اُس کو بھی قطع نظر کردیں تو ہمارے سامنے کوئی نظائر پیش نہیں ہوتے کہ ان پر بحث کی جاوے ؛

جو یہ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ ہی کیا رہا جو تمہارے آگے بتلایا جاوے۔ میں کہتا ہوں اگر وہ تمہارے دل میں ہے تو رہنے دو۔ اُس سے تو بہت زیادہ نقصان نہیں ہوگا مگر تم تو اُس کو صرف اپنے ہی اوپر نہیں چلاتے بلکہ دوسروں پر بھی وار کرتے ہو۔ اور اگر دلمیں ہے تو کیوں کہتے ہو کہ فلاں موقعہ اور مقام میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اگر کہتے ہو تو اسکا ثبوت بھی دو۔ اور اگر تمہارا کہنا غلط ہے تو اپنی غلطی کا اقرار کرو۔ یہ نہیں کہ بظاہر تو اقرار کرو اور دلمیں انکار۔ اس غلطی کو تو ہر کوئی جانتا ہے ؛

ایک صاحب نے مجھسے ذکر کیا کہ دو بھائیوں میں اس وجہ سے نزاع پھیل گیا تھا کہ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کی بیوی کا چار پانچ ہزار روپیہ کا زیور چُرا لیا تھا۔ ہوتے

ہوتے عدالت میں یہ جھگڑا پہنچ گیا۔ اور دونوں نے مجھے ثالث مقرر کیا۔ یہ تو مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ واقعی اُس کے بڑے بھائی نے چوری کی ہے۔ مینے بہت کوشش کی کہ بڑا بھائی اُس کا زیور دیدے۔ مگر وہ کوشش رائگان گئی۔ مجبوراً مینے اُس کے چھوٹے بھائی کو غلط واقعات سے یہ ذہن نشین کرا دیا کہ دراصل تمہارے بڑے بھائی نے چوری نہیں کی۔ اور عدالت میں فریقین کے سامنے حلف دیدی کہ زیورات کی چوری اُس کے بڑے بھائی نے نہیں کی آئندہ اُن کی صلح ہو گئی اور اتفاق سے رہنے لگے ؛

ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ثالث نے صرف لغو حرکت ہی نہیں کی۔ بلکہ دو جرم بھی کیئے ؛ اول۔ چور کی اعانت دوئم حلف دروغی۔ اور علاوہ اسکے جسکی چوری ہوئی تھی اُس کا نقصان۔ اور چور کی ناواجبی حمایت۔ چور اور اُس کے رشتہ داروں کے دل میں ثالث کی بے توقیری اور ہمیشہ کے واسطے اُس کو جھوٹا جاننا۔ اور کبھی اُسپر بھروسہ نہ رکھنا۔ اور پبلک کو اُس سے نقصان پہنچنا وغیرہ وغیرہ ایسی باتیں ہیں۔ کہ اگر کچھ بھی راستباز ہوتا تو ایسا کرنا کبھی گوارا نہ کرتا ؛

میں پوچھتا ہوں اُس نے فیصلہ ہی کیا کیا۔ جس بات کا جھگڑا تھا وہ تو اُسی طرح سے رہا۔ جھوٹی باتیں چھپانے سے نہیں چھپتیں۔ کسی نہ کسی دن چھوٹے بھائی کو ضرور اُس کا پتہ لگ جاویگا۔ کیونکہ جس شخص کی کوئی چیز چوری چلی جاتی ہے وہ ہاتھ نہیں آجاتی یا کسی دوسری طرح اُسکا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ ہمیشہ اس کے دل میں خراش پیدا کرتی رہتی ہے اور اُس کی جستجو میں رہتا ہے۔ جس وقت اُس کو پتہ لگ جاویگا تو ثالث صاحب کی نسبت کئی طرح کی بدگمانیاں پیدا ہونگی۔ اور وہ دل میں کہیگا کہ بے ایمان نے چور سے کچھ لیلیا۔ غرض دونوں بدظن ہو جاوینگے۔ اور پبلک میں بھی اُس کی بری شہرت ہو جائیگی۔ اور ثالث کو ثعلب کہنے لگیں گے ؛

جب فریقین نے ثالث منظور کیا تھا تو اُس کو کیا ضرورت تھی۔ اس قدر اپنے ذمہ الزام لیتا۔ جس سے دوسروں کو بھی کچھ فائدہ نہیں ہوا بلکہ نقصان ہوا۔ اُس کا فیصلہ تو قطعی تھا۔ اگر اُس کا بڑا بھائی اُس کے کہنے کو نہیں مانتا تھا تو اپنا پکا ارادہ اُس پر ظاہر کرنا چاہئے تھا کہ اگر میرا کہنا نہیں مانوگے تو ضرور تمہارے خلاف فیصلہ دونگا۔ دیکھئے پھر بھی بڑے بھائی صاحب اپنی ضد میں قائم رہتے۔ چھوٹے آدمیوں کا دل ایسا ہوتا ہے جیسا ہلتے ہوئے پانی میں سورج یا چاند کا پرتو۔ کبھی چھت پر جاتا ہے اور کبھی نیچے اُتر آتا ہے اُسکو کبھی ایک جگہ قرار نہیں ہوتا ہزاروں ناواجبی خیالات میں اُلجھ جاتا ہے۔ اُس کی قوت فیصلہ بہت کمزور ہو جاتی ہے

اور راستی سے اسقدر ڈرتا ہے جیسا راستباز جھوٹ سے ۔ وہ دوست ہی کیا ہوا جس کے سامنے جھوٹ بولے ۔ جو دوستوں میں جھوٹ بولتا ہے وہ غیروں میں تو کبھی سچ کو اختیار ہی نہیں کریگا ۔ خداوند کریم ایسے دوستوں سے بچائے ؛

دو بادشاہوں کے مقابلہ میں جھوٹ

فریق اول ۔ جنگ خدع ہے جو جھوٹ کی نسل میں سے ہے اپنے مقابل کو دھوکہ دینے کے واسطے ہزاروں جھوٹ اور مکر سے کام لیا جاتا ہے ۔ اُس کو کوئی بھی بُرا نہیں جانتا ۔ اور جو اس قسم کی پالیسی میں بڑھ نکلتے ہیں اُنہیں کی زیادہ تعریف ہوتی ہے بلکہ حریف بھی اُس کی داد دیتا ہے ۔ اور وہی کامیاب ہوتا ہے جو اُس وقت زیادہ دھوکہ اور جھوٹ سے کام لیتا ہے ۔ اور جو ملک مہذب سے مہذب ہیں ۔ ایسے وقت میں وہ اُس کا زیادہ تر استعمال کرتے ہیں ؛

فریق دوم ۔ تم خود مانتے ہو کہ جنگ خدع ہے ۔ پس اُس کی ضرورت اگر کسی ناواجبی لالچ سے ہے تو وہ خود بھی بُرا ہے ۔ اور جو اس جھوٹ فریب سے حاصل ہوگا وہ اور بھی بُرا ہوگا ۔ اور بہت بُرے نتائج پیدا کریگا پہلے یہ ثابت کرنا چاہئیے کہ جنگ جس میں جھوٹ کا استعمال کیا گیا ہے وہ کس صورت میں جائز تھا ۔ مہربانی کرکے تاریخ کی ورق گردانی کیجئے اگر کہیں ثابت ہو جائے تو بتلاؤ ۔ اور اگر کہیں ثابت نہ ہو تو کوئی فرضی ضرورت گھڑلو ؛

فریق اول ۔ جواز کی کئی قسمیں ہیں ۔ بالفرض ایک ملک کا بادشاہ بڑا ظالم ہے ۔ اپنی رعایا کو بے وجہ تکلیف دیتا ہے ۔ اور اُسکا مال ناواجبی ٹکسوں اور جذیوں سے لوٹتا ہے اور ایسے کاموں پر خرچ کرتا ہے ۔ جس سے ملک کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا ۔ مظلوم رعایا اس عذاب الیم سے نجات پانے کے واسطے دوسرے عادل بادشاہ کے پاس درخواست کرتی ہے ۔ تو اُس بادشاہ کا فرض ہے کہ انکی مدد کرے ۔ رعایا بھی اُس کی درستی کر سکتی ہے ۔ مگر ان کا متفق ہونا ایسا مشکل ہے جیسا ایک دھڑی زندہ مینڈکوں کا بغیر کسی روکاوٹ کے تولنا ؛

پہلے وہ بادشاہ صاف صاف ظالم بادشاہ کو لکھیگا کہ تم اپنے ظلم اور تعدی سے باز آجاؤ ورنہ تم برطرف ہو جاؤ گے ۔ یہ سُنکر اُس کی آتش غضب اور بھڑک جاتی ہے وہ جواب دیتا ہے تمہارا اسمیں مداخلت کا کیا حق ہے اُسکے سمجھانے کیواسطے بار بار لکھتا ہے مگر اُسکو کوئی اثر نہیں ہوتا ؛

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک بادشاہ اپنی رعایا کا کچھ انتظام نہیں کر سکتا اُسکے علاقہ میں ڈاکو

شریر بڑھتے جاتے ہیں اور غریب رعایا کو ستاتے ہیں اور بعض وقت ملحقہ بادشاہ کے علاقہ میں بھی چھاپہ مارتے ہیں - ملحقہ بادشاہ کو خوف ہے کہ کہیں یہ بدامنی اُس کے ملک میں بھی نہ پھیل جائے وہ بار بار اُسکو لکھتا ہے کہ تم اپنی رعایا کا خود انتظام کرو - ورنہ ہم اسکا انتظام کرینگے - مگر وہ کچھ توجہ نہیں کرتا - اسپر دونوں بادشاہوں کے باہم لڑائی شروع ہو جاتی اور دونوں جانب سے دغا اور فریب اور جھوٹ کا بازار گرم ہو جاتا ہے ؛

فریق دوم - ہمکو تو اس وقت ایسی صورت کہیں نہیں معلوم ہوتی ہاں البتہ ممکن ہے کہ ایسی صورت ہو - مگر ہم عادل بادشاہ کی کارروائی معلوم کرنے کیواسطے یہ پوچھتے ہیں کہ اس لڑائی میں کسقدر مال و دولت اور جانوں کا نقصان ہوتا ہے اور اسقدر کثیر نقصان کے بعد عادل بادشاہ کیا کرتا ہے اور وہ مظلوم رعایا بھی اُس نقصان میں شامل ہوتی ہے یا نہیں ؛

فریق اوّل - لاکھوں جانیں تلف ہوتی ہیں - کروڑوں اور اربوں روپیہ ضائع جاتا ہے اور جب وہ عادل بادشاہ فتح پالیتا ہے تو اپنے خرچ کا معاوضہ لیکر اُس بادشاہ کے لواحقوں میں سے جو لایق ہوتا ہے - اُسکو بادشاہ بنا دیتا ہے - اور اس ضرورت کے واسطے کہ جدید بادشاہ اُسکا فرمانبردار بنا رہے - سالانہ یا ششماہی اپنا کچھ محصول مقرر کر لیتا ہے - اگر بادشاہ کے لواحقوں یا رعایا میں سے کسیکو لایق نہیں دیکھتا - تو اسکو اپنے ملک سے ملحق کر لیتا ہے - اگر اُس ملک کے خزانہ اور موجودہ جائداد سے معاوضہ پورا نہیں ہوتا - تو آیندہ بذریعہ اقساط وصول ہوتے رہتے ہیں - اور یہ تمام بوجھ اُس مظلوم رعایا پر ہی پڑتا ہے - اور رعایا کی کئی نسلوں سے وصول ہوتا ہے - اگر اُس ملک اور اُس رعایا سے وصول نہ ہو تو کس سے ہو جسکی مدد کی جاتی ہے تمام خرچ بھی اُسی کے سر پڑتا ہے ؛

فریق دوم - معاوضہ کس کس بات کا ہوتا ہے اور وہ رقم کسطرح قائم ہوتی ہے ؛

اوّل - معاوضہ بہت سی باتوں کا ہوتا ہے - اوّل جو کچھ فاتح کا اصلی خرچ پڑا - دوسرا اُس چڑھائی میں جو فائدہ رک گیا یا نقصان وقوع میں آیا - اور اجناس اور اشیا کی ایک آمد بند ہوکر جو بُرا اثر پڑا اپنے ملک کی حفاظت کیواسطے جو زائد خرچ اُٹھانے پڑے - سامان حرب کی خریداری میں جو زیادہ قیمت دینی پڑی - اپنا یا خرید شدہ سامان حرب میں جو نقصان واقعہ ہوا - فوجی ملازموں کو انعام و اکرام تقسیم ہوئے - یا جو لڑائی میں بیکار رہے یا مارے گئے - اُنکو یا اُنکے وابستگان کو تنخواہیں دینی پڑیں وغیرہ وغیرہ بہت سے امور کا معاوضہ تجویز کیا جاتا ہے جسکے بیان کرنے میں بڑی طوالت ہے

دوم - اُسکا اندازہ کون کرتا ہے ؛

اوّل - اگر کلی طور پر فتح کر لینا ہے اور اُسی ملک کے کسی آدمی کو ملک دیدیتا ہے تو وہ خود ہی اسکا اندازہ کر لیتا ہے اگر دوسری سلطنتیں بیچ بچاؤ کرتی ہیں تو اُسکا معاوضہ تجویز کرنا اُنکے ہاتھ میں ہوتا ہے ؛

دوئیم۔ دوسری سلطنتیں کیوں مداخلت کرتی ہیں؟

اوّل۔ انکی مداخلت یا تو کسی فریق کی درخواست سے ہوتی ہے۔ یا وہ خود ہی اُنہیں وجوہات سے جو پہلے بیان ہوئیں۔ مداخلت کرتے ہیں۔ یا وہ یہ دور اندیشی کرتے ہیں کہ کسی بادشاہ یا ملک کی زیادہ طاقت نہ بڑھ جائے۔ وغیرہ وغیرہ؛

دوئیم۔ کیا ثالثوں کو بھی کچھ ملجاتا ہے اور کیسے ملتا ہے فاتحہ سے یا مفتوح سے اور اُس لڑائی میں مظلوم رعایا پر کیا کچھ تباہی آتی ہے؟

اوّل۔ ہم نے سما کے طور بیان تو کیا کہ ثالث بھی کئی قسم کے حقوق پیدا کرلیتے ہیں۔ اور جو تباہی کا حال پوچھتے ہو۔ زیادہ تر تباہی تو اُسی مظلوم رعایا اور مفتوح ملک کی ہوتی ہے۔ اُس ملک کی رعایا اسطرح شکار ہوتی ہے۔ جیسا کسی ہوشیار شکاری کو موٹا تازہ۔ اندہ بہرہ شکار ملجاتا ہے وہ ہمیشہ نہیں تو صدیوں تو نہیں پنپتی۔ جب ملک میں اس طرح کی ہل چل پیدا ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ سابقہ بادشاہ تخت نشین رہے یا دوسرے بادشاہ کی حکومت ہو جائے۔ اُسوقت ہزاروں طرح کے نقصان شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں رعایا کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ کچھ تو اپنے اصلی بادشاہ کا ساتھ دیتے ہیں اور کچھ فاتح کے ساتھی ہو جاتے ہیں۔ فیصلہ کیوقت ایک فریق کو تو ضرور ہی پھانسی ہوتی ہے۔ اور ایک فریق کو ناوجبی انعام اور جاگیریں دیجاتی ہیں اُسوقت جھوٹے مخبریوں کا ایسا دور چلتا ہے کہ ہزاروں بیگناہ پھانسی دئے جاتے ہیں۔ مگر کیا کیا جائے۔ اسکے بغیر تو اور کوئی انتظام ہی نہیں ہوسکتا؛

دوئیم۔ ہائے افسوس تمنے اس عبرت ناک واقعہ کو ایسی طرز میں نہیں بیانکیا کہ تمکو کچھ عبرت ہوتی اگر اُس سانحہ کی اصلی تصویر کھینچتے اور عبرت اور خوف کی نگاہ سے دیکھتے۔ تو ضرور تمہارے منہ سے یہ آخری فقرہ نہ نکلتا۔ **مگر کیا کیا جاوے اس صورت بغیر انتظام ہی نہیں ہو سکتا۔** ہندوستان کے ۱۸۵۷ء کے کمبخت واقعہ کو گو وہ کیسی تھوڑی جگہ پر ہوا۔ اور ہماری گورنمنٹ کی حسن تدبیری سے تمام ملک کو وہ بُرے دن دیکھنے نصیب نہ ہوئے۔ جہاں برسوں تباہی رہتی ہے۔ خدا یہ دن کسی کو نصیب نہ کرے۔ سلطنتوں کا تبادلہ کیا ہے آفت ناگہانی ہے۔ اگر کسی گاؤں یا علاقہ میں کوئی آفت ناگہانی از قسم زلزلہ وغیرہ آتی ہے اُسوقت اُنکا کیا حال ہوتا ہے۔ نہ وہ حال قلم بیان کرسکتی نہ اُسکی تصویر فوٹوگراف لے سکتا ہے نہ زبان اور اشارات سے اظہار ہو سکتا ہے۔ اُسکو وہی جانتا ہے جسپر پڑتا ہے خداوند کریم سے دعا ہے کہ ایسے بُرے دن دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ بڑا اول قصور اُس کم بخت مظلوم رعایا کا ہے کہ وہ موجودہ تکلیف کو جو دوسری صورت میں راحت تھی نہ سہار سکی۔ اور پھر اُس سے ہزارہا گنا زیادہ مصیبت خرید لی۔ اگر وہ خود ہی سمجھدار اور راستباز ہوتے تو کیوں یہ بُرے دن نصیب ہوتے

اگر کوئی تکلیف تھی یا کوئی اُنکے حقوق زائل ہو رہے تھے۔ خود ہی مناسب طریق سے اپنے حقوق مانگتے تو ضرور ہی شنوائی ہوتی اور اگر نہ بھی ہوتی تو اپنی موجودہ حالت پر صبر کرتے اور کہتے۔ رموز مملکت خویش خسروان دانند اور اس فاتح بادشاہ نے بھی کونسا اچھا کام کیا۔ اگر اُسمیں ناواجبی لالچ نہ ہوتا تو کبھی اس طرح کی ناواجبی حرکت نہ کرتا۔ اور بہت سے پہلو سمجھانے کے تھے۔ ہمارے خیال میں جو اول ملزم تھے وہ تو اپنی سزا کو بھگت چکے۔ دوسرا ملزم وہ بادشاہ ہے جسکو آپ عادل کہتے ہیں۔ اول تو ایسے بادشاہ جب خود ہی شکست کھا جاتے ہیں تو تباہی کا مُنہ دیکھ لیتے ہیں۔ ورنہ کچھ دن ڈھیل دی جاتی ہے۔ اور جب وہ اپنے غرور میں بڑھ نکلتا ہے۔ تو اپنی انگڑائی میں آپ ہی مفلوج ہو جاتا ہے۔ پس اگر آپ ثابت کر دیں کہ فلاں جائز لڑائی ہے اور اس میں نقصان سے زیادہ فائدہ ہے تو ہم بھی ثابت کر دینگے کہ وہاں راستی سے کام چل سکتا ہے۔ اور جھوٹ سے بگڑ جاتا ہے۔

اول تو کیا ایسے لوگوں کو اُسی حالت میں چھوڑ دیا جاوے ؞

دوئم۔ بیشک اُسی حالت میں چھوڑ دو۔ ضرورتیں آپ ہی سیدھا بنا لیتی ہیں۔ اُس عادل بادشاہ کی بھی تو کسی طرح درستی ہوئی تھی۔ اُنہیں اسباب کو لیلو۔ اگر دوسرے بادشاہ سچے دوستوں کی طرح سمجھائیں اور امید بیم سے کام لیں تو انتظام ہو سکتا ہے۔ جب کسی کو کسی سچی دوستی کا یقین ہوتا ہے تو اُسکی بات کو مان لیتا ہے۔ چونکہ اس وقت جھوٹ نے فروغ پا لیا ہے۔ جھوٹی بڑائی کے خواستگار ہیں۔ صدہا اُلٹی پلٹی چالیں چلتے ہیں۔ وہ اپنے دلمیں سمجھتے ہیں۔ ہماری چالوں کو کوئی جانتا ہی نہیں۔ کیا وہ خود بھی نہیں جانتے کہ اُلٹی چال چل رہے ہیں۔ اور خلق خدا کی تباہی کا موجب بن رہے ہیں ؞

اوّل۔ اگر کوئی زبردست بادشاہ زبردستی کسی دوسرے ملک پر چڑھ آئے تو اُس وقت اُسکا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور ہاتھ مُنہ بند کر کے بیٹھ جانا چاہئے ؞

دوئم۔ کیوں نہیں ضرور مقابلہ کرنا چاہئے۔ اُنہوں نے حفاظت خود اختیاری کرنی ہے اُس کے ملک کو تو نہیں لینا۔ اگر اُنہوں نے اُن نقصانوں سے بچنا ہے تو سرحد پر بلکہ اُسی کے مختلف مناسب مقامات پر مقابلہ کرو۔ کیوں اپنے ہاتھ یا مُنہ بند رکھو۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؞

پچھلی لڑائیوں کے نتائج کسی قدر بیان کئے جاتے ہیں ؞

سنہ ۱۸۷۷ء میں جب ٹرکی اور روس کی لڑائی ہوئی تھی تو پینتالیس کروڑ پونڈ ہرجانہ ٹرکی کو دینا پڑا تھا۔ اور اب تک بیس سال میں صرف پچیس کروڑ ادا ہوا ہے ؞

سنہ ۱۸۹۷ء میں جب یونان اور ٹرکی میں لڑائی ہوئی تھی تو دیگر سلطنتوں نے بڑی کوشش

سے چالیس لاکھ پونڈ پر فیصلہ کیا تھا ؛

چین اور جاپان کی اس لڑائی میں تین کروڑ پچاس لاکھ پونڈ چین کو معاوضہ دینا پڑا تھا ؛ اور ۱۸۴۲ء اور ۱۸۶۰ء کی لڑائیوں میں چین نے ستر لاکھ پونڈ کے قریب انگریزوں کو معاوضہ دیا تھا۔ اور ہانگ کانگ کا علاقہ جسکی آمدنی چھ کروڑ پونڈ ہے معاوضہ کے علاوہ دیا تھا ؛

جو عظیم الشان جنگ جرمنی اور فرانس کے درمیان ہوئی پانچ ارب روپیہ ہندوستانی سکہ کے قریب اور علاوہ اسکے فرانس کو دو سرسبز علاقہ اور نیز بیس کروڑ پونڈ ہرجانہ بھی پیش کیا تھا ؛

*اس بوئروں کی لڑائی میں بوئروں کے قریباً ۰۰۰... قیدی انگریزوں کے پاس ہیں اور بوئروں کے پاس قریباً ۳۰۰۰ قیدی ہیں۔ اس لڑائی میں جو انگریزی خزانہ سے روپیہ نکلیگا اُسکا اندازہ ایک ارب بیس کروڑ کیا گیا ہے اور یہ رقم قومی قرضہ میں اضافہ کی جاویگی۔ خداوند کریم ہماری فتح کرے ؛

باب دوم

متوسط درجہ کا جھوٹ جسکو عام لوگ جانتے ہیں کہ جھوٹ بولنا بُرا ہے مگر اُس کے ارتکاب سے نہیں بچتے

ہماری عدالتی کارروائی میں جھوٹ۔

یہ زبان زدِ خلایق ہے کہ پہلے بادشاہوں یا سکھوں کے زمانہ میں جو عدالت میں مقدمات پیش ہوتے تھے اُس میں فریقین جھوٹ کا استعمال بہت ہی کم کرتے تھے ؛

شائد یہ صحیح بھی ہو۔ کیونکہ اُسوقت نہ تو اس قدر مقدمات ہوتے تھے اور نہ کوئی باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ دیوانی مقدمات تو عموماً کل ہی پنچائت سے فیصلہ پاتے تھے اور فوجداری کے سنگین مقدمات عدالتوں میں آتے تھے۔ تجار اور پیشہ ور قومیں اسقدر دبی ہوئی تھیں کہ اُنکو عدالت میں آنیکی جرات ہی نہیں تھی۔ اُسوقت جو کچھ تھے زمیندار ہی زمیندار تھے۔ دیہات میں جج تھے تو زمیندار تھے۔ منصف اور مجسٹریٹ تھے تو زمیندار تھے۔ پولیس میں تھے تو زمیندار تھے وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ نہ اُنکے فیصلوں کی کوئی اپیل تھی نہ نگرانی۔ اب انگریزی عملداری میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں

* نوٹ :۔ بوئروں کی اب لڑائی ختم ہوچکی ہے اور خرچ اور تباہی کا حال معلوم کر چکے ہو ؛

بلکہ ایک بکری نے بہتیرے شیروں کی ٹانگیں توڑ دیں:؛

پہلے اگر کوئی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیتا تھا - تو برسوں تو فیصلہ ہونے میں نہیں آتا تھا - پھر پنچائتوں میں ہی رجوع کرنا پڑتا تھا - اسواسطے عدالتوں پر بھروسہ ہی نہیں رہا تھا پنچائتی فیصلوں میں یہ ایک عجیب بات تھی کہ فریقین کو دھوکہ دینے کا موقعہ نہیں ہوتا تھا - پنچ چونکہ اسی جگہ کے رہنے والے ہوتے تھے جس جگہ کا مقدمہ ہوتا تھا اسواسطے اُس کی اصلیت اُن کو معلوم ہوتی تھی اسواسطے وہ جھوٹ بھی نہیں بول سکتے تھے - اور اگر کوئی بولتا تھا تو اُسی وقت گنگا جلی اور درہم سالہ یا مسجد طیار ہوتی تھی - اُسکے بیٹا کو اُس کی گود میں دیدیتے تھے - چونکہ تمام آدمی اُس واقعہ کی اصلیت کو جانتے تھے اُس کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ ایسی سخت قسم اوٹھائے :؛

اب مقدمات دور دراز جگہ عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں جو چاہتے ہیں جھوٹ سچ لکھاتے اور گواہ بھگتواتے ہیں - اور کامیاب ہوتے ہیں جسکا چرچہ تمام علاقہ میں پھیل جاتا ہے اور دن بدن لوگ جھوٹ پر بڑھتے جاتے ہیں - یہ صرف ہمارا ہی قصور ہے - اگر ہم عدالتوں میں سچ بولیں تو عدالتوں کے فیصلے بھی منصفانہ ہوں - عدالت بیچاری تو روئداد پر فیصلہ دیتی ہے :؛

اوّل - ایک آدمی نے ایک آدمی کو سو روپیہ قرضہ دیا - اوسوقت صرف ایک آدمی موجود تھا مگر اب مقروض روپیہ دینے سے انکار کر گیا - عدالت دو گواہ طلب کرتی ہے :؛

یا وہ گواہ گواہی دیتا ہوا معلوم نہیں ہوتا - تو اُسکے واسطے اگر دو گواہ جھوٹھے نہ کھڑے کئے جاویں اسوقت عدالت میں کامیابی نہیں ہو سکتی - اور سچا آدمی ہار جاویگا :؛

دوئم - بیشک ہار جاویگا - ابتدائی غلطی تو مدعی کی ہے - کیوں اُسنے دیتے وقت دور بینی نہیں کی - اُسکو چاہیئے تھا کہ وہ باقاعدہ تحریر کراتا - دو معتبر گواہوں کی تحریری شہادت ثبت کراتا - اُسنے کیوں غلطی کی - اسی وجہ سے کہ اُس کو جرأت تھی کہ جس وقت چاہونگا جھوٹی شہادت سے کام چلاؤنگا اگر اُس کو پہلے سے ہی جھوٹ سے نفرت ہوتی - تو کبھی اس طرح کی دلیری نہ کرتا :؛

اوّل خیر دیوانی اور مال کا تو یہ فیصلہ ہوا فوجداری میں کیا کرے - ایک شخص کو جنگل میں جہاں اور کوئی آدمی نہیں ہے ایک زبردست آدمی نے سخت زد و کوب کی اور ایک سو روپیہ نقد اُس سے چھین لیگیا کوئی شہادت نہیں ہے اب وہ استغاثہ کرے یا نہیں اور اُسکے لئے کوئی جھوٹی شہادت بنائے یا صبر کر رہے :؛

دوئم - کیوں نہیں استغاثہ کرے - ایسے مقدمات میں سرکار مدعی ہوتی ہے اور مستغیث ثبوت کا گواہ ہوتا ہے - پولیس خود اُسکی تفتیش کر کے ثبوت پیدا کریگی مستغیث اُسکے پاؤں کے نشان کو قائم رکھیگا - پولیس اُسکے پاؤں کے نشانات کو ملائیگی اور اُسکے سراغ کو جہانتک پہنچ سکیگا پہنچائیگی اور اِدھر اُدھر کے آدمیوں سے دریافت کر کے عدالت میں چالان کریگی - اگر عدالت کو مستغیث کے بیان سے اطمینان ہو گیا تو ضرور

ملزم کو سزا ہوگی۔ یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ اگر کوئی موقعہ کا گواہ نہو تو ملزم چھوٹ جائے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ عدالتوں کی اس پر توجہ کم ہے۔ ایسے مقدمات کی جسکی بابت پولیس کو یقین ہو کہ اور شہادت بہم نہیں پہنچ سکیگی۔ عدالت مجاز کے مجسٹریٹ کو اطلاع دے کہ وہ خود موقعہ پر پہنچکر اطمینان کر لے کہ واقعی فلاں شخص مجرم ہے۔ ایسے مقدمات کی اصلیت نکالنے میں اگر کسی اعلےٰ افسر کا زیادہ وقت بھی خرچ ہو جائے تو کچھ ہرج نہیں ہے اُس سے آئندہ کے جرموں کی روک ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی ملزم بچ جاتا ہے۔ یا کوئی بلا گناہ سزا پاجاتا ہے۔ گو ایک دو مثالیں ایسے انتظام کو توڑ نہیں سکتیں۔ مگر ایک ضعف کی مثال ہے جو تباہی کیطرف قدم بڑھاتی ہے اور پھر اُس سے کمزوروں میں خوف واضطرار پیدا ہوتا جاتا ہے کمزور کے لفظ سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ خوف اور اضطرار تھوڑی جماعت میں پھیلتا ہے۔ بلکہ ہر ایک آدمی نسبتاً کمزور ہے۔ ایک کے اوپر ایک ہے۔ اگر عدالتیں اس طرح پر لاپرواہی یا اغماض کریں تو وہ خود اپنے مقاصد کے خلاف کرتی ہیں۔ اور ایک دوسری خرابی کے آنیکی اجازت دیتی ہیں جو پہلی خرابی سے بھی بڑھکر ہے۔ لوگ قانون پر الزام لگاتے ہیں۔ اگرچہ قانون کی خرابی سے ضرور ابتری پھیلتی ہے مگر قانون کا یہ کام نہیں ہے کہ تمام جرموں کو خواہ خفیف ہوں یا شدید انکو نیست و نابود کر دے بلکہ اُسکا کام ہے کہ امن کو پھیلائے اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرے اور فوجداری جرموں میں تو قانون بیچارہ کیا کر سکتا ہے اگر قانون کو برتنے والا سمجھدار اور راستباز ہے تو سب کچھ کر سکتا ہے ورنہ تمام تجاویز دھرے کے دھرے رہجاتے ہیں پس کل عیبوں کی جڑ و بنیاد صرف جھوٹ ہے اگر یہ دور ہو جائے۔ تو تمام جرم آپ ہی رُک جاویں ؛

فریق اول۔ کیا ہمارے قانون نے جھوٹ کی بھی سزا مقرر کی ہے اور اگر سزا مقرر کی ہے تو کیا کافی سزا ہے۔ اگر کافی سزا ہے تو جھوٹ دن بدن کیوں بڑھتا جاتا ہے ؛

دوئم۔ جھوٹ کے واسطے جسقدر ہو سکتی ہے۔ ہماری گورنمنٹ نے سزا تجویز کی ہوئی ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسکا خیال خود لوگوں کو ہونا چاہئے۔ اپنی سوسائٹی کے قواعد سے اُسکی درستی کر سکتے ہیں علم اخلاق اور مذہب قانون کا ایک ضروری تمہ ہے۔ جن چیزوں میں قانون مداخلت نہیں کرتا انکی ضرورت کے لحاظ سے اخلاق اور مذہب بطور ضمیمہ قانون کے درست کرتا ہے ؛

اگر قانون چھوٹی چھوٹی باتوں میں مداخلت کرے تو اسقدر جج کہاں ہیں جو اُنکی تحقیقات اور فیصلہ کریں انکی تنخواہ اور خرچ کا کون متحمل ہو۔ پس ہماری سوسائٹی کا پہلا فرض ہے کہ جھوٹ کے روکنے کی کوشش کریں۔ اس بات کا انتظار نہ کریں کہ قانون یا عدالت ہماری درستی اور اصلاح کر لینگے ؛

فریق اول۔ یہ تو سب کچھ سچ ہے مگر جب عدالت فوجداری ملزم کو حلف نہیں دیتی تو اس سے پایا جاتا ہے کہ ملزم کو جھوٹ بولنے کی اجازت ہے ؛

دویم - ملزم کو جھوٹ بولنے کی کوئی اجازت نہیں - حلف نہ لئے جانیکی اور وجوہات ہیں جب کوئی آدمی کسی جرم کے ارتکاب میں ماخوذ ہوتا ہے اور پولیس کی حراست میں رہتا ہے اسپر اسقدر افکار کے بادل گھر جاتے ہیں کہ اُسکا دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے - صدہا خیالات پے درپے آنے شروع ہوتے ہیں بار بار اپنے بیان پر نظر ثانی کرنے لگتا ہے - پولیس کی حراست کا اور بھی اُس پر برا اثر پڑتا ہے اسکی حالت مجنونانہ ہوتی ہے - کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ بیگناہ مجرموں نے صرف حراست کے ڈر سے اقبال کر لیا - اور پھر تحقیقات سے اور ملزم ثابت ہوئے اگر حلف لیگئی ہوتی تو وہ اسقدر مصائب جھیل کر تو اس جرم سے بری ہوا تھا اب دوسرے جرم حلف دروغی میں ماخوذ کر لیا جاتا - اضطرار اور خوف کی حالت میں جو جھوٹ بولتا ہے یہ تو نہیں کہ وہ اچھا کام کرتا ہے بلکہ وہ مجبور محض ہوتا ہے اسواسطے قانونی سزا سے بچ جاتا ہے - مگر اخلاقی سزا سے نہیں بچ سکتا - اخلاق پر اسکا بہت بڑا اثر پڑتا ؛

وکیلوں کا جھوٹ

ہائے افسوس ہم کسکا ذکر چھیڑتے ہیں وہی ہمارے ریفارمر - لیڈر - مصلح قوم - ملک کے فخر - قوم کے محافظ - اور یہ خطاب اور پھر جھوٹ کا الزام - میں نہیں کہتا کہ سب ایسے ہیں بلکہ بعض خدا کے بندے اپنی راستبازی سے واجب التعظیم ہیں - مگر ایک مچھلی سارے تالاب کو گندہ کرتی ہے ؛

پہلے ہم بیان کرتے ہیں کہ وکالت کی ابتدا کس طرح سے ہوئی جب ملک میں پہلے پہل توانین اور عدالتیں بنیں تو کوئی مظلوم بے وسیلہ ہوتا تھا تو بعض ہمدرد قوم اور معزز اُنکی امداد کے واسطے کھڑے ہو جاتے تھے اور بلا فیس یا کسی معاوضہ کے اُسکی مدد کرتے تھے بلکہ مالی مدد بھی دیتے تھے - اُنکی معلومات اور ہر دلعزیزی اور ہمدردی کا ذریعہ کوئی بادشاہی سند نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ سرٹیفکیٹ تھا جسکو پبلک نے ہر طرح کا امتحان اور تجربہ کر کے دیا ہوا تھا جب اُنکے پاس کوئی سائل آتا تھا تو انکی دلی ہمدردی کا جوش جوش میں آجاتا تھا - اُسکی مایوسی اور پراگندگی کو دیکھکر اُنسے رہا نہیں جاتا تھا - اپنے ضروری کاموں کو چھوڑ کر اسکی امداد کیواسطے طیار ہو جاتے تھے اور دل و جان سے پیروی کرتے تھے - اور اگر دوران مقدمہ میں اُنکو معلوم ہو جاتا تھا کہ دراصل یہ جھوٹا ہے تو بڑی لعن طعن کے بعد اُسکی امداد کو چھوڑ کر دوسرے فریق کی امداد کو طیار ہو جاتے تھے چونکہ یہ بالکل راستبازی سے کام کرتے تھے کوئی خود غرضی یا لالچ نہیں تھا - عدالت کو اُنسے بڑی مدد ملتی تھی کسیکو اُنکی نسبت نہ تو کوئی بدگمانی تھی اور نہ کسیکو کوئی شکایت کا موقعہ ملتا تھا - پھر جب زیادہ رجوعات ہوئیں اور اُنکے کاروبار میں زیادہ ہرج پڑنے لگا تو لوگ فیصلہ مقدمہ کے بعد تھوڑی بہت خدمت بھی کرنے لگے مگر پھر بھی اعزاز اور تکریم اسقدر بڑھی ہوئی تھی - کہ اگر کسی ایسے شخص کا کسی اجنبی گاؤں میں گذر ہو جاتا تو صرف اسکا نام سنکر گاؤں کے لوگ تھوڑی تھوڑی تھا اٹھاتے آہستہ آہستہ انکی شہرت بہت بڑھ گئی - اور دوسرے لوگوں کو بھی شوق اٹھا اور دن بدن خود غرضی اور لالچ بڑھتا

گیا پھر تو ہتھیار یونہی طرح توڑیں میں ہونے لگی جب ادنیٰ اور کم لیاقت اور خودغرض اہلکار گھس گئے تو بہت کچھ دقتیں واقعہ ہوئیں۔ آخر گورنمنٹ کو اسکا انتظام کرنا پڑا۔ پھر اسکی کچھ حالت سنور گئی۔ مگر پھر اسکے واسطے تعلیمی اور قانونی امتحان تجویز ہوئے۔ چونکہ اس پیشہ میں آمدنی معقول تھی ہر قسم کے آدمی گھس گئے۔ انکو صرف طوطے کیطرح اپنے مقرر سبجکٹ یاد کرکے سرٹیفکیٹ ہی حاصل کرنا تھا۔ اور تو اس سے کچھ پرسش ہوتی نہیں تھی کہ تمہارے اخلاق اور برتاؤ کا پبلک کیطرف سے کیا سرٹیفکیٹ ہے۔ پھر جھوٹ کا دور دورہ آیا اور یہانتک نوبت پہنچی جسکو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اگر ہمارے تمام کاموں کی ابتدا اور انتہا کے یہی اصول اور نتائج پیدا ہوتے ہیں تو بس مگر ہمیں بکتے رہیں ملال۔ کار طفلاں تمام خواہد شد۔ کیوں ہماری ابتدا اچھی ہوتی ہے اور انتہا خراب۔ اسوجہ سے کہ ہم عاقبت اندیش نہیں ہیں۔ عاقبت اندیش کسطرح سے ہوں ہمیں اپنی عاقبت کی کچھ پرواہ نہیں۔ اور نہ یہ معلوم ہے کیوں ہمکو اسکی پرواہ نہیں۔ جھوٹ ہمکو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے لیجا رہا ہے معلوم نہیں اسکے کتنے پنجے ہیں اور کتنے ناخون اور کس کنوئاں میں ڈالکر کس کس طرح زخمی کریگا ؛

ہمکو بالکل معلوم نہیں برائی اور بھلائی ملک میں کس طرح سے پھیلتی ہے اور کس کس آدمی پر اسکا کیا کیا اثر پڑ چکا ہے اور پڑیگا۔ اسکا شمار کرنا ایسا مشکل ہے جیسا ایک گھڑی (واچ) کی بابت معلوم کرنا کہ اسکی طیاری میں کس کس نے کیا کیا اجرت یا لگان یا منافع وصول کیا ہے ظاہر میں تو صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو تین دھات کا مجموعہ ہے اور گھڑی ساز کی اجرت ہے۔ مگر جب غور کروگے تو صاف معلوم ہو جاویگا۔ کہ پہلے وہ دھاتیں دریافت کیگئیں پھر وہ کانوں سے نکالی گئیں مالکان کا لگان۔ نکالنے والوں کی اجرت پھر وہاں سے لانے والونکی اجرت اور گھاٹوں اور سٹور کا کرایہ جہازوں پر لادنے اور اتارنے کی مزدوری اور جہاز کا کرایہ۔ صاف کرنے والونکی محنت اور پھر گھڑی ساز کی اجرت۔ بیع فروخت در فروخت کا منافع یہیں نہ ٹھہر جائے۔ کھودنے والوں اور لانے اور صاف کرنیوالے اور گھڑی ساز کے پرزے اور جہاز اور ریلوں کا ہر ایک حصہ اور تختہ اور کیبل کا ٹانکا اور بھاپ وغیرہ کے آلے اور اوزار کہ کہاں کہاں سے آئے اور کسطرح بنیں وغیرہ وغیرہ ایسی چیزیں ہیں۔ کہ خواہ کیسا ہی آدمی ہو اسپر احاطہ نہیں کرسکتا۔ اسی طرح بھلائی اور برائی کو کسطرح ملک میں پھیلتی ہے کوئی آدمی نہیں گن سکتا۔ اس مثال سے ہمکو صرف یہی سبق لینا چاہیئے کہ اسکی وسعت کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔ برائی سے ڈرنا چاہیئے اور بھلائی کو پھیلانا چاہیئے۔ اور جھوٹ جو ابوالخبائث ہے اسکو قطعی چھوڑ دیں ؛

ہندوستان میں چونکہ اعلٰے تعلیم یافتہ صرف وکیل ہی ہیں جنسے تمام ملک کی امیدیں وابستہ ہیں۔ انکا کام ہے کہ ملک پر جو بیماری پھیلتی جاتی ہو اسکو روکیں۔ اور اس بات کی کچھ پرواہ نہ کریں کہ اگر دنیا میں سے جھوٹ اٹھ گیا تو ہمارا وجود کہاں روشنی کے آگے اندھیرا یا ہوا کے آگے مچھر کسطرح ٹھہر سکتا ہے مگر ہم تو کہتے ہیں کہ آپکو اندھیرا اور مچھر نہیں بننا چاہیئے کہ ناحق لوگونکا خون پی پی کر ملیریا فیور پھیلاؤ۔ یا ملک میں اندھیرا پھیلا کر دن دیہاڑے لوٹو۔ ایسا نہو کہ صرف اندھیرا اور مچھر ہی رہ جائیں اور ایک دوسرے کا کام تمام کردیں ؛

جسقدر جلد ممکن ہے سچ اور ست کی سوسائٹیاں بناؤ اور سمجھاؤ کہ جھوٹ ہم سے کس طرح چھٹ سکتا ہے۔ پبلک اور گورمنٹ کے تمہاری نسبت جو خیال پیدا ہوتے جاتے ہیں انکو دور کرو جھوٹ سے ہم آجتک فائدہ اٹھاتے رہے ہیں مینے بہتیرا غور کیا کہ کوئی ایسی صورت نکلے جس سے ہیں انکو مجبوری اور معذوری کی حد میں لے آؤں مگر کوئی نہیں ملی ملتی کس طرح سے مجبوری تو وہاں ہوتی ہے جہاں لالچ نہ ہو ؎

دلالوں کا جھوٹ

ابتدا تو اس دلالی کی بھی ویسی ہی ہوئی تھی جیسی وکالت کی۔ شروع شروع میں جو اہل ترس اور ہمدرد قوم ہوتے تھے۔ دوکانداروں کی دست برد سے بچانیکے واسطے خریداروں کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ اور کسی قسم کی دلالی نہیں لیتے تھے۔ عام آدمی ایسے لوگوں کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ دیکھا دیکھی اوروں نے بھی یہی پیشہ اختیار کر لیا۔ مگر وہ ایسے دلال ہوتے تھے جنکو بہت سے آدمی جانتے تھے کہ وہ قطعی دیانتدار اور بے غرض ہیں ایسے نہیں جیسے کہ اب شہروں میں گھومتے پھرتے ہیں جنکو کوئی خریدار جانتا بھی نہیں۔ اسوقت جھوٹے دوکانداروں کو یہ دلال بہت برے معلوم ہوتے تھے کہ انکی منہ مانگی قیمت کیوں نہیں لینے دیتے ایسے دوکاندار بہتیرا چاہتے تھے کہ دلال خریداروں کی اسقدر مدد نہ کریں اور کچھ لالچ لیلیں مگر انہوں نے نہ مانا۔ انکی عزت و تکریم کو دیکھکر اعلے ادنے اس کام کی طرف جھکتے گئے۔ اور دوکانداروں نے ملکر خریداروں کو لوٹنے لگے۔ ! ور بازار میں جس اجنبی کو دیکھا اس کے پیچھے ہولئے۔ اور لوئی الوان دوشالہ ازاربند پراندہ لٹھہ ململ وغیرہ بکتے گئے۔ انسے دہمکا دیا تو بھی اسکا پیچھا نہ چھوڑا اور جہاں جا بیٹھا وہیں آپ بھی جا کھڑے ہوئے اور اپنی اصطلاح میں کچھ بات چیت کر کے دلالی کھری کر لی۔ خریداروں سے ہزاروں طرح کی چالاکیاں کرتے ہیں۔ ایک تو ہمکو اسکے لکھنے میں شرم آتی ہے دوسرا جب کوئی عجیب عجیب اور غیر مشہور چالاکیاں لکھی جاتی ہیں پڑھنے والے برخلاف اسکے کہ وہ عبرت پکڑیں خود ہی اسکا ارتکاب کرنا شروع کر دیتے ہیں تمام شہروں میں اب انکا بہت بڑا گروہ ہو گیا ہے۔ اکثر دوکاندار دل سے چاہتے ہیں کہ یہ شیطان کی سینا کا کھوج اٹھ جائے مگر وہ بے بس ہیں۔ جو دوکاندار انکی مخالفت کرے اسکے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور خریداروں کو بہکاتے پھرتے ہیں کہ فلاں دوکاندار ایسا اور ایسا ہے۔ اب یہ دلال نہیں رہے ڈاکو ہیں دن دہاڑے لوٹتے ہیں تجارت پر انہوں نے بہت برا اثر ڈالا ہے ؎

یہ تو معمولی دلالوں کا ذکر ہوا اور جو بڑے بڑے دلال شہروں میں موجود ہیں وہ تو ہزاروں روپیہ کے وارے نیارے کرتے ہیں۔ دوکاندار ہزاروں روپیہ کی رقمیں انکی نذر کرتے ہیں۔ وہ نذر کس بات کی کرتے ہیں یا تو انکی شرارت سے بچنا چاہتے ہیں یا انکے ذریعہ سے ناواجبی فائدہ حاصل کرتے ہیں ؎

جس شہر کے برے دن آتے ہیں وہاں دلال بڑھتے جاتے ہیں اور تجارت کو بدنام کرتے جاتے ہیں ؎

ہمیں تو کچھ فائدہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہم دلالوں کو سمجھائیں کہ تم سدھرو راستباز بنجاؤ ورنہ تم بگڑ جاؤ گے۔ یہ موجودہ دلال تو دل سے چاہتے ہیں کہ جسقدر اب جھوٹ ہے اسسے ہزار گنا بڑھ جائے۔ اگر کاروبار میں راستی

آجائے تو بھلا اُنکا وجود کہاں رہے۔ ہم تاجروں اور سوداگروں سے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ راستباز بن جاؤ۔ ابھی دلالی روک دو۔ ورنہ پچھتاؤ گے ؛

ہمیشہ سے دلّالی کا دستور خریدار سے لینے کا ہوتا تھا۔ مگر اب تھوڑے عرصہ سے دوکاندار سے بھی لینے کا دستور پڑگیا ہے۔ اور بڑے بڑے مہذب ملکوں میں دوکاندار بڑھ بڑھکر ایجنٹوں کو کمیشن دیتے ہیں بلکہ گورنمنٹ کے ملازم سرکار کے واسطے کوئی چیز خریدتے ہیں تو وہ بھی بے دھڑک کمیشن لے لیتے ہیں۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ یہ کس طرح سے جائز ہے۔ کمیشن خریدار سے ہونا چاہیئے۔ شاید وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی تو خریدار کے گھر سے نکلتا ہے۔ مگر اس کا اور اسکا بڑا فرق ہے۔ اگرچہ جب تک کمیشن کی مقدار ایک مقرر ہوتی ہے جسکو خریدار اور دلال وغیرہ ہر کوئی جانتا ہے تو اس وقت تو چنداں ہرج پیدا نہیں ہوتا۔ مگر جب یہ بڑھ گھٹ جاتا ہے تو بہت سی خفیہ کارروائیاں ہونے لگتی ہیں۔ اُسوقت خریدار کو بہت نقصان پہنچتا ہے اور دوکانداروں کو بھی کچھ فائدہ نہیں بلکہ جسوقت دلال پارٹی نے زور پکڑا جس دوکان کو ویران کرنا چاہیگی کر دکھائیگی۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ دلال خریداروں کو محنت کرکے پیدا کرتا ہے اور دوکاندار کے پاس لیجاتا ہے۔ اور اس محنت کی حق الخدمت لیتا ہے تو چاہیئے کہ خریدار سے کوئی اُجرت نہ لے اور اگر لے تو اُس کو جتلادے تاکہ خریدار اپنے معاملہ میں غور کرے ؛

شاید آپ کہیں کہ خریدار کا یہ کوئی حق نہیں ہے کہ وہ دوکاندار سے پوچھ سکے کہ تم اس پر کیا منافع لیتے ہو۔ اور تم اس کی تقسیم کس طرح سے کروگے۔ دوکاندار کا اختیار ہے کہ اُس قیمت کو جو خریدار سے وصول کرلیتا ہے کنوئیں میں ڈالدے۔ خریدار کو اس سے کیا سروکار ہے۔ خریدار کی خوشی ہے اُس قیمت پر لیجائے یا چھوڑ جائے ؛

بیشک آپکا فرمانا صحیح ہے کہ جو اُسنے قیمت وصول کی ہے۔ کنوئیں میں چھوڑ سمندر میں ڈالدے مگر ایک تیسرا شخص وہاں موجود ہے جو دونوں کی طرف سے وکالت کرتا ہے۔ پس وکیل کو خریدار کے تردوات مٹانے کے واسطے بتلانا چاہیئے کہ میں دونوں کی طرف سے وکیل ہوں۔ اور خریدار سے بھی یہ کچھ مقرر کیا ہے۔ اگر صرف دوکاندار اور خریدار ہی دونوں موجود ہیں۔ اور کوئی دلّال نہیں ہے تو بیشک پھر پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اگر کسی غیر کو وہ اُس قیمت میں سے دیگا تو وہ اپنی اور ضرور تول میں دیگا ؛

دلّال بھی مثل پلیڈر اور وکیل کے ہے۔ کیا یہ ناجائز نہیں ہے کہ ایک وکیل خفیہ یا علانیہ فریقین سے وکالت کی فیس لیلے اگر یہ ناجائز ہے تو وہ بھی ناجائز ہے۔ دونوں کی بالکل یکساں صورت ہے ؛

مگر اب ٹریڈ میں عموماً یہی دستور پڑگیا ہے کہ دلّال عموماً فروخت کنندہ سے ہی دلّالی لیتے ہیں اور دلالی کی کوئی خاص مقدار یا تعداد مقرر نہیں ہے۔ اگر صرف ایک فروخت کنندہ پر ہی بس کریں تو اسقدر

مشکل پیدا نہ ہو جواب پیدا ہوتی جاتی ہے یا پیدا ہو جائیگی - جو ٹریڈ یونین ہیں اُن کو دلالی کے معاملہ پر غور کرنا چاہیئے ؛

باہمی معاملات اور کارخانہ داروں اور کمپنیوں کا جھوٹ

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے معاملات میں جھوٹ نے اسقدر دخل پالیا ہے کہ ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں رہا - صدہا کارخانہ مشترک سرمایہ سے بنتے ہیں اور جھوٹ اور بے ایمانیوں اور بے سمجھی سے بگڑ جاتے ہیں - اور ایسے بگڑتے ہیں کہ اُن کا سنورنا تو درکنار - دوسروں کے خیالات پر بھی پانی پھیر دیتے ہیں اور پھر کسی کو جرأت ہی نہیں رہتی کہ ایسا کام شروع کرے - جرات کس طرح سے ہو - کیونکہ سب کو اسقدر نقصان پہنچتا ہے جسکا اندازہ نہیں ہو سکتا ؛

فریق اول - یہ جو تمہارا بیان ہے کہ سب کو نقصان پہنچتا - مگر ہم دیکھتے ہیں سب کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ اُنکا نقصان ہوتا ہے جنکے دماغ میں راستی ہوتی ہے جو فریب اور دھوکہ بازی کرتے ہیں وہ روپیہ کما لیتے ہیں - اگر راستی سے کام لیتے تو اسقدر فائدہ کہاں سے حاصل کرتے ؛

فریق دوم - یہ جو روپیہ اُنھوں نے لوگوں کا مارا ہے جسکو تم فائدہ ظاہر کرتے ہو - اگر بالفرض اُس کو فائدہ سمجھا جاوے تو یہ اُنہوں نے جھوٹ سے نہیں کمایا بلکہ لوگوں نے اُنکو راستباز سمجھا یہ معلوم نہیں کہ روپیہ لیتے وقت وہ راستباز تھے یا نہیں - اسواسطے اُنہوں نے اپنے حصے داخل کئے - اب جو اُنہوں نے بے ایمانی کی پالیں کھو کر جھوٹ کھل گیا - اب بھی کوئی پتیائے تو جانیں - پتیانہ تو درکنار حصہ دار بلکہ تمام آدمی اُنکی شکل سے بیزار ہیں - اُنکی جان کے خواستگار موجودہ قانون نے بیچ بچاؤ کیا ہوا ہے ورنہ اُنکی بے ایمانی کا فوراً مزہ چکھا دیتے ؛

یہ جو اُنہوں نے روپیہ کمایا ہے اُسکو فائدہ نہیں کہنا چاہیئے - اُسنے ہزاروں آدمیوں کا دل دکھایا ہے - تمام ملک میں برائی کا بیج بویا ہے - اُس کارخانہ سے جو لاکھوں اور کروڑوں روپیہ حصہ داروں وغیرہ کو فائدہ ہوتا جسمیں وہ خود بھی داخل ہیں محروم ہو جانا کیسی افسوس کی بات ہے کارخانہ کی نیک شہرت سے اور بھی صدہا طرح کے فوائد ملتے - اگر کوئی تمام ملک میں ایسی تباہی پھیلا کر پانچ سات ہزار روپیہ کما لے تو وہ جذام کی بیماری میں ضرور مبتلا ہو جاویگا ؛

فریق اوّل - ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایسا کرنے والے کوڑھی ہو گئے ہیں بلکہ لوگ حصہ داروں کو برا بھلا کہتے ہیں ؛

فریق دوم ۔ کوڑھی کو دراصل جذام اسقدر نقصان نہیں پہنچاتا جسقدر کہ لوگونکی نفرت اور اُسکو حقیر جاننا اُس سے ڈرنا اُسکے پاس نہ آنا ۔ الگ تھلگ ڈال دینا ۔ اُسکو رنج اور تکلیف دیتا ہے ۔ جذامی کیساتھ لوگونکو ہمدردی تو ہوتی ہے ۔ اُسپر ترس کرتے ہیں اُسکا علاج معالجہ کرتے ہیں ۔ سب طرح کی نگرانی کرتے ہیں پر مگر ایسے بے ایمانوں پر تو لوگ دانت پیستے ہیں ۔ کوڑھیوں سے زیادہ نفرت کرتے ہیں ۔ اُنکی کمائی کیساتھ کسی کو اُنس نہیں ہوتا ۔ بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کوئی ایسی صورت کرے وہ خود ہی اپنی دولت میں جلکر خاک سیاہ ہو جائیں ۔ اور کوئی ایسی آندھی آئے کہ اُنکی راکھ کو کسی دیہ کی تہ میں پہنچا دے

اور جو دوسرا سوال ہے کہ حصہ داروں کو لوگ بُرا بھلا کہتے ہیں ۔ اُسکی صورت یہ ہے کہ ہمکو ابھی کارخانوں کے اور کمپنی قائم کرنے کی پوری سمجھ نہیں آئی ۔ اُنکے فوائد اور نقصان کی بھی پوری خبر نہیں ۔ اگر کوئی کمپنی اچھا کام کر رہی ہے یا فائدہ کما رہی ہے معلوم نہیں کس وقت فیل ہو جائیگی ۔ اسواسطے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ حصہ دار نے کیوں ایسی بیوقوفی کی کہ بلا سوچے سمجھے روپیہ بھیجدیا ۔ مگر جسوقت ہمارے ہندوستان میں شراکتی کام چل نکلے اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ کمپنیاں والے راستباز ہیں اور پھر اُن میں کسی نے بے ایمانی یا فریب کر دیا تو پھر دیکھنا اُسکی بابت کیا جوش پھیلتا ہے ۔ یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی ہمیشہ سے دیانتدار اور راستباز چلا آیا ہو اور سب لوگ اُسکو جانتے ہوں ۔ اگر کبھی وہ بددیانتی کر بیٹھے اور لوگوں کا روپیہ فریب سے ہضم کر جائے تو عام شورش پھیل جاتی ہے ۔ جو سنتا ہے غم و غصہ سے بھر جاتا ہے بعض وقت یہ جوش عجیب عجیب کرتب دکھاتا ہے ۔ قانونی روک کو بھی بالائے طاق رکھ دیتا ہے ۔ مگر جو پہلے ہی سے بددیانت مشہور ہو اُس سے کوئی معاملہ کرے اور وہ روپیہ ہضم کر جائے تو اُس سے دسواں حصہ بھی اُس کی نسبت جوش نہیں پھیلتا ۔ یہ جوش تقسیم ہو جاتا ہے ۔ سب سے پہلے یہ جوش اُس کی طرف جاتا ہے جسنے ایسے جھوٹے آدمی سے معاملہ کیا ہو ۔ سب لوگ کہنے لگتے ہیں کیا اُسکی سمجھ پر پردہ پڑ گیا تھا کہ ایسے بدمعاش کیساتھ اسطرح کا معاملہ کیا ۔ پھر اُسکے دوستوں اور اُستادوں اور بزرگوں کیطرف چلا جاتا ہے ۔ اور کہتے ہیں اُسکے دوستوں اور ملنے والوں نے بھی نیک صلاح نہیں دی ۔ خبر نہیں کسنے اسکو مشورہ دیا تھا ۔ ایسوں کے ایسے ہی ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ ۔ پھر اُنکے خیالات دوسری طرف رخ کرتے ہیں جنسے وہ یہ کھوج نکالنا چاہتے ہیں کہ اُسنے کس طرح سے دھوکہ دے لیا ۔ یوں کیا ہوگا ۔ یاں کیا ہوگا ۔ بڑا چالباز ہے کوئی نہ کوئی اُس کی بھینٹ چڑھ ہی جاتا ہے ۔ اکثروں کے خیالات تو یہیں تک ختم ہو جاتے ہیں ۔ بہت تھوڑے آدمی ایسے رہ جاتے ہیں جنکے جوش کا کچھ اثر اُس پر بھی پہنچتا ہے اور کہنے لگتے ہیں کہ اب یہ اپنی بدمعاشیوں پر بڑا لمبا نکلا ۔ جبتک اسکا کچھ انتظام نہیں کیا جاویگا باز نہیں آویگا ؛

ان جوشوں کی باہم مناسبت میں بھی بڑا فرق ہے جسپر یہ اول ہی اول پڑتا ہے مقدار

ہمیں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ تیسری جگہ پھر پھر اکر پڑے ؛

راستبازی اور دیانتداری ایسی صفت ہے کہ ہر ایک آدمی کی اُسکے ساتھ کچھ نہ کچھ امیدیں
وابستہ ہوتی ہیں۔ اور یہ امیدیں ایسی بے معلوم ہوتی ہیں کہ دوسروں کو معلوم بھی نہیں ہوتیں
اور زیادہ تر اُسکی بابت یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اُسکو اپنی قوم اور ملک کا فخر سمجھتے ہیں۔ اپنے تمام
معاملات کا اُسکو مرکز جانتے ہیں۔ اگر ایسے آدمی کے دلمیں کبھی بے ایمانی آجاتی ہے اور معلوم
ہوجاتا ہے کہ یہ تو صرف ظاہردار اور ریاکار ہی تھا تو اُنکی آنکھ اور ہاتھ پاؤں کے زہریلے اثر
ایک دم اُس پر جا پڑتے ہیں۔ جو تیز زہر سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ لوگ اُس کو اُس وقت
زندہ درگور سمجھتے ہیں۔ اور وہ بھی اپنے آپ کو کچھ بہت زندہ نہیں سمجھتا ؛

اگر وہ اُسی راستبازی کی چال پر چلا جاتا۔ تو تمام لوگوں کے دل اُسکے ہاتھ میں ہوتے۔
جدہر چاہتا اُن کو کھینچے ہوئے لیجاتا۔ ایسے ہی آدمی ہوتے ہیں جنسے ملک سنورتا ہے
کسی کی بدگمانی اُسپر نہیں ہوتی۔ جو بدگمانی کا موقعہ ہی نہ دے اُسپر بدگمانی کس طرح ہوسکے ؛

مینے ایک بنیا کو دیکھا جسنے لوگوں کا روپیہ ہضم کرنے کی غرض سے دیوالہ نکال دیا تھا۔
اُس وقت لوگوں میں ایسا جوش پھیلا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک با اختیار ریاست میں
چلا گیا۔ کچھ تھوڑا ہی مال اپنے ساتھ لیجا سکا۔ قرضخواہوں کو روپیہ کی جگہ سات آٹھ آنے
ہاتھ آئے۔ مگر اُس ریاست میں بھی اُسکے پاؤں نہ جمے۔ مجھے اتفاقیہ اُس ریاست میں مل گیا اُس
وقت اُسکی حالت ایسی ہورہی تھی کہ مجھے رحم آنا چاہئے تھا۔ مگر مینے بہت سخت سُست کہا۔ حالانکہ میرا کچھ
تعلق اُس سے نہ تھا صرف صاحب سلامت تھی۔ وہ رونے لگا۔ اور سر جھکا کر دردناک آواز سے کہنے
لگا کہ میرا تمام کاروبار ڈوب گیا۔ میں اور میرے جوان لڑکے دن رات دوکان پر پڑے رہتے ہیں۔
کام وکاج کرنے کا جو جوش تھا وہ سب زائل ہوگیا۔ کسی کام کو ہاتھ لگانے کو دل نہیں چاہتا۔ اگرچہ
یہاں پر میری حالت کو کم جانتے ہیں۔ مگر پھر بھی اس قدر خوف طاری ہوگیا ہے کہ کسی سے بات چیت
کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ اور یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ شاید اُس قصبہ کا کوئی آدمی ملجائے۔ اور
بے عزت کر ڈالے۔ بعض آدمی جو ملجاتے ہیں۔ گو وہ میرے کیسے ہی دوست تھے۔ لعن طعن کرنے
لگجاتے ہیں۔ میں بہتیرا عذر کرتا ہوں کہ واقعی کاربار میں ٹوٹا آگیا تھا۔ مگر وہ صاف کہدیتے ہیں
کہ ٹوٹا آگیا تھا تو کچھ دن اُسی قصبہ میں رہنا تھا۔ بھاگنے سے کیا کام تھا۔ تھوڑے دنوں بعد
خواہ کہیں چلا گیا ہوتا ؛

مینے اُس سے پوچھا کہ صاف صاف بتلاؤ کہ واقعی ٹوٹا آگیا تھا یا کچھ شرارت سوجھی تھی۔
اُسنے کہا سچی بات تو یہ ہے کہ آٹھ دس سال سے میری ایسی ہی حالت تھی۔ مگر میرے کاروبار

میں کوئی نقص نہیں آیا تھا میرے بیٹوں نے مجبور کیا کہ ہمکو الگ الگ کر دیا جاوے - میںنے
بہتیرا سمجھایا کہ الگ الگ ہونے میں - راز کھل جائیگا - اسی طرح کام کو چلنے دو - مگر انھوں
نے نہ مانا - آخر انہوں نے یہ تجویز کی کہ تیس چالیس ہزار روپیہ کھکر دیوالہ نکالا جاوے -
اور بھی کئی باتیں تھیں جنکا ذکر کرنا مناسب نہیں ہے - مگر جس وقت دیوالہ نکالا اُس
وقت ایسی مشکلات میں پھنس گئے کہ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور آخر نکل بھاگنا ہی سوجھا
نکل بھاگنے سے پہلے ہی ہمنے اُن تمام مضار کو سوچ لیا تھا - جنکا یہاں آکر واسطہ پڑا - مگر
پاؤں نہیں جمے :

اگر ہم سب کو ایک دم موت آجائے تو ان تکالیف سے نجات پائیں - پھر زار وقطار رونے
لگ گیا اور میرے بھی آنسو نکل آئے :

پھر کہنے لگا کہ مجھے رات دن سوچتے ہوئے گذرتی ہے - لڑکے جنہیں الگ الگ ہونے کا
شوق چڑھا ہوا تھا اب اُنکو سوائے ٹھنڈے سانس لینے کے اور کوئی کام نہیں - دو تین لڑکے
لڑکیاں اور پوتے پوتیاں شادی کرنے کے لائق ہیں - مگر ہم اس لائق نہیں کہ اُنکا کچھ سامان
کرسکیں :

پھر اُس نے مجھسے کہا کہ تم کچھ میری مدد کرسکتے ہو - میںنے کہا کہ یہ مرض لاعلاج ہوگیا ہے
اب تمہارے حالت کو بگڑے ہوئے ڈیڑھ دو سال کا عرصہ ہوگیا ہے - اور تمہاری حالت
دن بدن خراب ہی ہوتی جاتی ہے - میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ جس طرح تم نے اپنے واقعات
کو راستی کے ساتھ مجھے بتلایا ہے اُسی طرح اُس قصبہ کے آدمیوں کے سامنے بیان کرو
اور اپنا تمام سرمایہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اکٹھا کرکے قرضخواہوں کے سپرد کرو کہ وہ اپنے
حصہ کے مطابق بانٹ لیں - اور بالکل نادار ہو کر اُسی قصبہ میں واپس چلکر کام کاج
شروع کرو - چونکہ تم اپنے کاربار میں بخوبی ماہر ہو - ضرور ہے کہ پھر تمہارا کام کاج چل
نکلے - جب انسان سچے دل سے اپنا قصور مان لیتا ہے اور کچھ اپنی سزا کو بھگت چکتا
ہے تو ضرور لوگ اُسکے قصور کو معافی کی نظر سے دیکھتے ہیں - جوں جوں تم اپنے راز
کو چھپاتے ہو ووں ووں خرابی بڑھتی جاتی ہے :

جب میںنے تمکو دیکھا مجھے بہت رنج ہوا - جب تم نے اپنا واقعہ راستی سے بتلایا -
تو میرا جوش کم ہوتا گیا - اسوقت میرے دل میں تمہاری نسبت رحم اور ہمدردی بھر
گئی ہے جو کچھ مجھسے ہوسکیگا کرونگا :

عام دکانداروں کا اپنے گاہکوں اور خریداروں کے ساتھ جھوٹ

ہمارے ہاں اکثر دکاندار اس کو بُرا نہیں سمجھتے۔ ہم اُن کے اندرونی خیالات کو سوال و جواب کے طور بیان کرتے ہیں +

فریق اول کہتا ہے کہ چیزوں کی قیمت کا تحقیق کرنا اور قائم کرنا بہت ہی مشکل ہے اُس کا مقرر کرنا صرف مالک کے خیالات پر منحصر نہیں ہوتا۔ بلکہ خریداروں کی پسند اور خواہش اور مقابلہ پر ہوتا ہے۔ ہمارے اس قول کی تصدیق نیلام سے ہو سکتی ہے۔ بولی کے ختم ہونے سے پہلے خریداروں کی بولیوں میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے مقابلہ میں بڑھتے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک خریدار کس قدر اپنی بولیاں تبدیل کرتا جاتا ہے۔ اور جو سب سے زیادہ شایق ہوتا ہے۔ اُس پر بولی ختم ہو جاتی ہے +

یہ ہی حالت دکان کی چیزوں کی ہے۔ جیسا جیسا خریدار ہوتا ہے ویسی ہی قیمت بتلائی جاتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ نیلام میں قیمت بڑھتی جاتی ہے۔ اور اس میں مالک تو اپنی زبان سے گھٹتا جاتا ہے اور خریدار بڑھتا جاتا ہے۔ جب خریدار کو یقین آجاتا ہے کہ مالک اب اُس سے کم نہیں ہوتا تو خریدار بھی اُس کو منظور کر لیتا ہے +

دوسرا فریق۔ تمہارا کہنا صحیح ہے۔ کہ بعض وقت قیمت کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور خصوصاً جو لوگ تجارت پیشہ نہیں ہیں اُن کو تو اپنے چیز کی قیمت خود ہی معلوم نہیں ہوتی۔ اُس کی قیمت کا تحقیق خریداروں پر ہوتا ہے۔ اُس کا بھی قریباً ایسا ہی حال ہوتا ہے۔ جیسا نیلام کا۔ اُس کو تو ہم بھی جھوٹ کے دائرہ میں نہیں لاتے۔ مگر اس کے ساتھ اور جو جھوٹی جھوٹی باتیں بناتے ہیں مثلاً مجھے فلاں جگہ یہ قیمت ملتی تھی۔ اب بھی فلاں شخص اس قدر قیمت دیتا ہے۔ پھر اُس چیز کی تعریف ہونے لگتی ہے جس میں صدہا جھوٹ ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ +

مگر جو لوگ تجارت پیشہ ہیں جنہوں نے چیزوں کو ایک خاص منافع پر خرید و فروخت کرنا ہے وہ اپنی قیمت قائم کر سکتے ہیں۔ خواہ کیسا ہی خریدار آئے۔ اُن کو اسی مقررہ نرخ سے دے سکتے ہیں اگر وہ ایسا نہیں کرینگے تو چیخ چیخ بک بک کے علاوہ صدہا قسم کے جھوٹ کا ارتکاب کرینگے۔ تم روزمرہ دیکھتے ہو۔ کہ دکاندار ایک چیز کی قیمت دو روپیہ بتلاتا ہے گاہک ایک روپیہ دیتا ہے۔ دکاندار اگر ہار گھٹتا ہے۔ تو خریدار ۱ کہ دیتا ہے۔ دکاندار قسمیں کھاتا ہے کہ میں اس سے کم نہیں دونگا میرا رجسٹر دیکھو۔ فلاں فلاں کو تو اس اس قیمت پر دی ہے۔ اور بھی جو اُس کی دکان پر بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ دکاندار کی تصدیق کرنے لگتے ہیں۔ پھر گاہک چل پڑتا ہے۔ مالک آوازیں دیتا رہ جاتا ہے

خریدار کی بدظنی اور بڑھتی جاتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دکاندار ایسی ایسی چالبازیاں کیا کرتے ہیں۔ پھر وہ دوسری دکان پر جاتا ہے۔ اور ویسی ہی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔ یہ جو کچھ ہوتا ہے صرف جھوٹ کی بدولت ہے۔ دکانداروں کو چاہئیے۔ کہ وہ اپنی چیز کی صرف ایک ہی قیمت کہیں۔ اور فروخت کی چیزوں پر ایک ایسا ٹکٹ رکھیں جن پر صحیح قیمت لکھی ہوئی ہو۔ یا اُن چیزوں کی فہرست یا نقشہ تجویز کر کے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قیمت درج کر کے اپنی دکان کے دروازہ وغیرہ پر لگادیں۔ تو پھر یہ تمام جھگڑے بکھیڑے اٹھ جائیں + اکثر چیزیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ تمام فصل اُس کی قیمت میں تبادلہ نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی میں فرق پڑ جائے۔ تو اُس کی ترمیم کردی جاوے +

فریق اول۔ بھلا اس قدر کون بیفایدہ وقت ضائع کرے۔ ان باتوں کا کون اعتبار کرتا ہے +

فریق دوم۔ کیا یہ محنت اُس سے بھی زیادہ ہے کہ ہر روز صدہا خریداروں کے ساتھ فضول چخ چخ بک بک کے علاوہ اُن تمام چیزوں کی قیمت وغیرہ بھی دماغ میں رکھنی پڑتی ہے۔ پڑھا لکھا آدمی کیوں دماغ پر اس قدر فضول بوجھ ڈالے۔ خریداروں کو اُس کی بتلائی ہوئی قیمت پر یقین نہیں ہوتا۔ کبھی اُن کا بیجک لکھوا کر دیکھتے ہیں۔ کبھی اُس کی قیمت اُنہیں کی ہاتھوں سے لکھواتے ہیں۔ غرض خریداروں کو اخیر میں کچھ تسلی ہوتی ہے تو تحریر سے ہوتی ہے۔ پھر کیوں پہلے ہی سے ان چیزوں کی قیمت مقرر کر کے ایک فہرست نہ بنائی جاوے +

فریق اول۔ خریدار جو کسی چیز کی قیمت دکانداروں کے ہاتھوں سے لکھواتے ہیں یہ نہیں کہ اُن کی تحریر میں کوئی ایسا اثر ہوتا ہے کہ خریدار کو یقین آجاتا ہے۔ بلکہ یہ ایک قسم کی قسم ہے مشہور ہے کہ کوئی دکاندار بگا (سفید) پر کالا نہیں لکھتا۔ اس وقت بھی دکانداروں میں یہ ستیا موجود ہے۔ کہ اس طرح جھوٹ نہیں لکھتے۔ بیجک میں تو ضرور ہی اصلی قیمت مندرج ہے۔ اُس پر کس طرح اعتبار نہ کیا جاوے +

فریق دوم۔ ہم نے جس فہرست کا ذکر کیا ہے وہ بھی سفید کاغذ پر سیاہی سے اُسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہوگی۔ نہ تو سُرخ کاغذ پر سیاہی ہوگی اور نہ سیاہ کاغذ پر سُرخی و سفیدی۔ اور اگر تم کہو کہ خریدار اپنے سامنے دکاندار کو اُس کے ہاتھ سے لکھتے ہوئے دیکھ لیتا ہے۔ اور جو فہرست تم بتلاتے ہو اُس کو کیا معلوم کہ وہ کس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ بیجک کی بھی یہی صورت ہے وہاں کس طرح یقین آجاتا ہے۔ اور اگر کہو کہ وہ ایک قسم کی حلف مانی ہوئی ہے۔ جس سے خریدار کو یقین آجاتا ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ ذرا سی باتوں پر حلف اُٹھا کر اپنے آپ کو مشکوک کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ اُس صورت میں بھی تو خریدار کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے۔ اگر خریدار کے نزدیک وہ قیمت ٹھیک نہیں ہوتی۔ یا اُس قیمت پر لینا منظور نہیں ہوتا۔ تو

دو چار اُلٹے سُلٹے لفظ لکھ کر چل دیتا ہے۔ مگر تاہم اس سے بہت ہی فائدہ مل رہا ہے۔ اور وہ فائدہ اس بات کا ہے کہ لوگوں کو یقین ہو گیا ہے کہ فلاں صورت میں دکاندار جھوٹ نہیں بولتے۔ ورنہ یہ تو نہیں ہے کہ سفید کاغذ پر سیاہی سے کوئی جھوٹ ہی نہیں لکھ سکتا۔ تمام سفید کاغذات جھوٹ نے کالے کر رکھے ہیں۔ مگر دکانداروں کا یہ حال ہے کہ زبان سے تو ہزاروں جھوٹ بولتے ہیں۔ مگر تحریر میں ڈرتے ہیں غالباً وہ سمجھتے ہیں۔ جس طرح زبان پر جھوٹ جاری ہے۔ اسی طرح تحریر میں بھی ہو۔ تو دکانداروں کے پاس یقین دلانے کا کوئی ذریعہ ہی نہ رہا۔ اور اگر ذریعہ نہ رہا تو اُس کا اعتبار نہ رہا۔ جب اعتبار نہ ہوا۔ تو اس سے معاملہ کرنا بند ہو گیا۔ اور اُس کی دکان اور کارخانہ عدم محض رہا +

فریق اول یہ جھوٹ ہم نے نہیں پھیلایا بلکہ خریداروں نے پھیلایا ہے۔ خواہ اُن کو ٹھیک قیمت تبلائی جاوے۔ اُن کو یقین نہیں آتا۔ ہاں البتہ دوگنی ڈیوڑھی قیمت تبلائی جاوے۔ اور پھر آہستہ آہستہ گھٹ بڑھ کر ایک قیمت پر قائم ہو جاوے تو ناواقف خریدار کو یقین آجاتا ہے۔ دکاندار کو مجبوراً جھوٹ بولنا پڑتا ہے +

فریق دویم - یہ تو صحیح نہیں ہے کہ خریداروں نے جھوٹ پھیلایا ہے۔ خواہ کوئی خریدار ہو وہ جہاں تک ہو سکتا ہے یہ کوشش کرتا ہے کہ جھوٹ نکل جاوے۔ اور دوکاندار بالکل راستی پر آجاوے۔ ایسا کون خریدار ہے کہ دوکاندار سے جھوٹ بلوا کر اپنا نقصان کرے۔ پس اس جھوٹ کی ابتدا صرف دوکانداروں سے ہوئی ہے انہیں کو دور کرنا چاہئے۔ اور جو تم کہتے ہو کہ ایک حد پر پہنچ کر خریدار یقین کر لیتا ہے کہ اب دوکاندار سچ بول رہا ہے۔ اگر اُس کا کوئی ٹھیک قاعدہ قائم کر لینا صحیح ہے تو کسی قسم کی دردسری ہی نہ رہی۔ مگر یہاں تو یہ صورت نہیں ہے شلاً ایک چیز کی قیمت دوکاندار نے دو روپیہ بتلائی۔ خریدار نے ایک روپیہ کہی ہے۔ پھر دوکاندار نے عہ؍ کہی ہے۔ خریدار نے ا؍ کہا ہے۔ اور اس طرح سے گھٹتے بڑھتے عہ؍ یا عہ؍ پر ختم ہو گئی ہے۔ تو کس طرح سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اصلی قیمت اس کی عہ؍ ہے۔ ممکن ہے کہ کسی دوسرے شخص کو دوکاندار اُس کی قیمت عہ؍ بتلادے اور خریدار ایک روپیہ قیمت کہے اور آئندہ نہ بڑھے۔ وغیرہ وغیرہ ایسے امورات ہیں کہ کوئی قاعدہ سمجھ میں نہیں آسکتا ہے اور اگر کوئی ایسا قاعدہ مقرر کیا جاوے کہ جسقدر دکاندار قیمت بتلایا کرے اُس میں سے ½ منہا کر دینا چاہئے تو اصلی قیمت رہ جاویگی۔ تو یہ قاعدہ کھل گیا۔ اور کوئی خاص اثر نہیں رہا۔ اس سے تو عمر روپیہ قیمت بتلا کر

خاموش ہو جاتا - اور اگر کوئی خریدار کم و بیش قیمت بتلاتا تو کچھ نہ سنتا اور نہ کچھ کہتا - اپنے کام میں مگمن رہتا تو سب سے اچھا ہوتا - اگرچہ تھوڑے روز دوکان کی سرد بازاری رہتی ہے مگر جبوقت شہرت ہو جاتی ہے - پھر بہت اچھی طرح کام چل پڑتا ہے - اب ہزاروں دوکانیں یک سخنی ہوتی جاتی ہیں اور کام چل نکلا ہے ؛

فریق اول - ہم دیکھتے ہیں جو سچی دوکانیں کہلاتی ہیں اُن کا کام اچھی طرح نہیں چلتا پھر اُنکی آخر کار وہی حالت ہو جاتی ہے جو اوروں کی ہے ؛

فریق دویم - یہ سچ ہے کہ پہلے پہل لوگوں کے یہی خیالات ہوتے ہیں کہ جب تمام دوکانیں جھوٹی ہیں تو یہ نرالی دوکان کہاں سے آگئی - اور جب اُنکی دوکان پر اُنکے اپنے ہاتھوں کا سرٹیفکیٹ کہ (یہ سچی دوکان ہے) دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں - جھوٹے برتن میں سچی آواز - یا جھوٹے روپیہ میں سچی آواز - اگر اُنکی سچی دوکان ہے تو اول کچھ ضرورت نہ تھی کہ ایسا بورڈ لگاتے - اور اگر لگایا تھا تو اُسپر قایم رہتے - اُنکے دل میں پہلے ہی سے یہ خیال ہوتا ہے کہ ایک دفعہ دوکان جم جائے تو پھر تو من مانی موجیں اوڑائینگے - مگر اپنے ارادہ پر کامیابی ہونیسے پہلے اُنکی قلعی کھل جاتی ہے - اور دوسرے دوکانداروں کو موقعہ مل جاتا ہے کہ اُس کو بدنام کریں - جب کبھی ایسی دوکان کھلتی ہے تو پہلے پہل صدہا مزاحمتیں شروع ہو جاتی ہیں بلکہ بعض خریداروں کو تو اُس دوکان سے پیسہ دو پیسہ فی روپیہ سستی بھی دے دیتے ہیں - اور پھر دوسری چیزوں میں نکال لیتے ہیں - مگر آہستہ آہستہ سچی دوکان شہرت پکڑتی جاتی ہے - ایک سچ کا مقابلہ ہزار جھوٹ نہیں کر سکتا ؛

تجارت کے واسطے راستی کی بڑی ضرورت ہے - کیا تم روزمرہ نہیں دیکھتے کہ جس نمونہ کے تھان یا چیزیں چاہو ہزاروں ولایت سے ہمارے پاس چلی آتی ہیں - اُنیس بیس کا بھی فرق نہیں ہوتا - راستی میں ایک ایسی مقناطیسی کشش ہے - کہ اپنے سے ہزار گنا بھاری چیز کو کھینچ لاتی ہے - مگر جھوٹ کو نہیں لاتی - اور نہ اُسکے ساتھ نقصان کر ؛

ساہوکاروں کا اپنی آسامیوں کے ساتھ جھوٹ

ساہوکار جو لوگوں کے ساتھ سودی لین دین کرتے ہیں - اُنکے جھوٹ کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں - جھوٹ سے ایک روپیہ کے ہزاروں روپیہ بنا لیتے ہیں - کوئی ایک قسم کی چالاکی نہیں کرتے - دو دو بہیاں دو دو سوہڑ - بیسیوں دواتیں - سینکڑوں قلمیں - سوہڑوں میں کوئی پورے

ورق سفید چھوڑے ہوئے کوئی آدھے کوئی چوتھائی - پھر لکھنے کا عجیب ڈھنگ ایک حرف کے بدلانے یا تبدیل کرنے میں زمین آسمان کا فرق پڑجاتا ہے - ایک ورق ڈالا ایک نکالا وغیرہ وغیرہ ایسے ایسے فریب اور جھوٹ ہیں کہ سنکر دل کانپ جاتا ہے - بعض تو بالکل جھوٹے دعوے کر دیتے ہیں - اور عدالت کے سامنے اپنی ہی قوم کے جھوٹے گواہ پیش کر کے ڈگری حاصل کرتے ہیں - بعض تو فخر کرتے ہیں کہ فلاں بہادر بنا پھرتا تھا - ایسا جوت مارا کہ تمام عمر یاد کرے اور بعض قسمیں کھاتے ہیں کہ واقعی ہمنے لینا تھا - انکار کر گیا تھا - اس واسطے نالش کرنی پڑی - وہ اپنے دلمیں سمجھتے ہیں کہ صرف ایک آدمی مدعا علیہ ہی ہے جو میرے اس جھوٹ کو جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا - وہ اس بات کو نہیں سمجھتا کہ وہ ایک آدمی کی شہادت نہیں ہے - بہت سے آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اوسکی بات کو یقین کرتے ہیں - اور پھر اُن کے بہت سے ملنے والے اور دوست ہوتے ہیں جنکو اُنکی بات کا یقین ہوتا ہے اس طرح ہوتے ہوتے وہ بدنام ہوتا جاتا ہے - یہ بُری شہرت صرف اُس کے کاروبار میں ہی ہرج نہیں ڈالتی بلکہ اور بہت سے نقص پیدا ہو جاتے ہیں - اور اگر ایک آدمی کا ایک پشت تک کام چلتا بھی رہے - مگر دوسری پشت میں تو ضرور تباہی لاتا ہے اور اولاد بالکل ابتر ہو جاتی ہے - اُسکے بہت سے اسباب ہیں ؛

اوّل - ایسے لوگوں سے پہلے راستی چھٹتی ہے - جھوٹ بڑھتا جاتا ہے - باپ کو بیٹے پر اور بیٹے کو باپ پر بھروسہ نہیں رہتا - پھر نزاع پیدا ہو جاتے ہیں - اور الگ الگ ہو کر عدالتوں میں اپنی اور دوسروں کی تباہی حاصل کرتے ہیں ؛

دوم - چونکہ اُنکو راستی سے اُنس نہیں ہوتا جھوٹ پر بھروسہ ہوتا ہے - اس واسطے نہ تو وہ قرضہ دیتے ہوئے باقاعدہ کاغذ کراتے ہیں اور نہ کوئی ذمہ یا ضامنی یا امانت لیتے ہیں - اُنکے کاغذات پختہ نہ کرانے کے دو سبب ہوتے ہیں ؛ اوّل جب کسی دوسرے کے ہاتھ سے ایک کاغذ لکھوا لیا گیا تو اب اُس میں رقم بڑھانے کی گنجائش نہیں رہیگی - دوسرا اونکو حوصلہ ہوتا ہے کہ جس طرح چاہینگے بہی کو اپنی مرضی کے موافق کر لینگے ؛

سوم - چونکہ اونکو عدالت پر زیادہ بھروسہ ہوتا ہے - اہلکاروں اور ججوں کے ساتھ زیادہ رسوخ رکھتے ہیں - گواہوں وغیرہ کے واسطے سو طرح کی زیرباری اُٹھانی پڑتی ہے - یہ بات صحیح ہے کہ جو ساہوکار عدالتوں سے زیادہ رسوخ رکھتے ہیں وہ جھوٹ اور فریب کا بھی زیادہ استعمال کرتے ہیں - اور جو ساہوکار کبھی نالش نہیں کرتے اور کبھی عدالت کا موُنھ نہیں دیکھتے - راستبازی و احتیاط سے کام کرتے ہیں - اُن کا حساب کتاب

بالکل صاف ہوتا ہے جسکا جی چاہے دیکھ لے۔ وہ اپنے لین دین کے کام ایسا اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ کبھی نزاع ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جس کو روپیہ دیتے ہیں پہلے اس بات کو دیکھتے ہیں کہ یہ روپیہ کہاں لگایا جاویگا۔ اُس کی آمدنی اس قدر ہے کہ ہمارا اصل اور سود وصول ہو جاویگا۔ اور اگر سمجھتے ہیں کہ روپیہ کسی فضول خرچی وغیرہ کے واسطے لینا چاہتا ہے تو اُس کو سمجھاتے ہیں اور حتی المقدور اُس کو اس زیر باری سے بچاتے ہیں۔ جیسا اُن کو اپنے فائدے کا خیال ہوتا ہے ایسا ہی آسامی کے فائدے کا خیال کرتے ہیں۔ اگر کوئی آسامی غریب ہو جاتی ہے اور اُس سے روپیہ وصول ہوتا معلوم نہیں ہوتا تو قسط بندی وغیرہ سے روپیہ وصول کر لیتے ہیں۔ نہ اُنکی جائداد نیلام کراتے ہیں نہ اُنکی زمین مکان لیتے ہیں۔ اور نہ اُن کی خانہ ویرانی کرتے ہیں۔ بلکہ چند سبق لیکر آیندہ احتیاط کرتے ہیں۔ پہلے تو ایسے آدمی کہیں شاذ نادر ہوتے بھی تھے مگر اب مجھے تو کوئی معلوم نہیں۔ ہاں البتہ بعض آدمی ایسے ہیں جنہوں نے کبھی نالش نہیں کی اور دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔ اور بہت سے ساہوکاروں کو دیکھا جو رات دن نالشات پر کمربستہ ہیں اور برباد ہو گئے ؛

جس قدر ایسے آدمی عدالتوں میں رہتے ہیں جھوٹے فریبی دغاباز ہیں۔ عدالتیں بھی اُن کو جھوٹا اور فریبی سمجھتی ہیں۔ چنانچہ مدعی کا نام ہی جھوٹا پڑ گیا ہے۔ باطل است انچہ مدعی گوید ؛

پس اگر وہ پہلے ہی سے اپنے کاروبار کو صاف رکھیں تو کیوں اس قدر دقت اُٹھانی پڑے۔ اور اُن کو تو بہت کچھ دور بینی کرنی چاہئے جو سودی لین دین کرتے ہیں۔ سود کی مذمت تمام مذاہب کرتے چلے آئے ہیں۔ اور خصوصاً سخت سود کی تو اس قدر برائیاں ہیں کہ اس نے گھروں کے گھر اور خاندانوں کے خاندان تباہ کر دئے ہیں۔ سود کا ایک بہت بڑا لمبا مضمون ہے اس میں اُس کی گنجائش نہیں ہے ؛

آقا اور ملازموں کا جھوٹ

ملازم تو اپنے مالکوں کو خوش رکھنے کے واسطے جھوٹ بولتے ہیں۔ اور آقا اُن سے کام لینے کی غرض سے۔ کہ جس وجہ سے مالک اور مملوک دونوں بیکار ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی آدمی کسی کو جھوٹ موٹ سے خوش کر سکتا ہے تو اُس کو کیا ضرورت ہے کہ اپنے فرائض کا خیال رکھے۔ ایسا ملازم تو بالکل ہی بیکار ہو جاتا ہے۔ اور مالک کو بھی

بالکل صاف ہوتا ہے جسکا جی چاہے دیکھ لے۔ وہ اپنے لین دین کے کام ایسا اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ کبھی نزاع ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جس کو روپیہ دیتے ہیں پہلے اس بات کو دیکھتے ہیں کہ یہ روپیہ کہاں لگایا جاویگا۔ اُس کی آمدنی اس قدر ہے کہ ہمارا اصل اور سود وصول ہو جاویگا۔ اور اگر سمجھتے ہیں کہ روپیہ کسی فضول خرچی وغیرہ کے واسطے لینا چاہتا ہے تو اُس کو سمجھاتے ہیں اور حتی المقدور اُس کو اس زیر باری سے بچاتے ہیں۔ جیسا اُن کو اپنے فائدے کا خیال ہوتا ہے ایسا ہی آسامی کے فائدے کا خیال کرتے ہیں۔ اگر کوئی آسامی غریب ہو جاتی ہے اور اُس سے روپیہ وصول ہوتا معلوم نہیں ہوتا تو قسط بندی وغیرہ سے روپیہ وصول کر لیتے ہیں۔ نہ اُنکی جائداد نیلام کراتے ہیں نہ اُنکی زمین مکان لیتے ہیں۔ اور نہ اُن کی خانہ ویرانی کرتے ہیں۔ بلکہ چند سبق لیکر آیندہ احتیاط کرتے ہیں۔ پہلے تو ایسے آدمی کہیں شاذ نادر ہوتے بھی تھے مگر اب مجھے تو کوئی معلوم نہیں۔ ہاں البتہ بعض آدمی ایسے ہیں جنہوں نے کبھی نالش نہیں کی اور دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔ اور بہت سے ساہوکاروں کو دیکھا جو رات دن نالشات پر کمر بستہ ہیں اور برباد ہو گئے ⁂

جس قدر ایسے آدمی عدالتوں میں رہتے ہیں جھوٹے فریبی دغا باز ہیں۔ عدالتیں بھی اُن کو جھوٹا اور فریبی سمجھتی ہیں۔ چنانچہ مدعی کا نام ہی جھوٹا پڑ گیا ہے۔ باطل است انچہ مدعی گوید ⁂

پس اگر وہ پہلے ہی سے اپنے کاروبار کو صاف رکھیں تو کیوں اس قدر دقت اُٹھانی پڑے۔ اور اُن کو تو بہت کچھ دوربینی کرنی چاہئے جو سودی لین دین کرتے ہیں۔ سود کی مذمت تمام مذاہب کرتے چلے آئے ہیں۔ اور خصوصاً سخت سود کی تو اس قدر برائیاں ہیں کہ اس نے گھروں کے گھر اور خاندانوں کے خاندان تباہ کر دئے ہیں۔ سود کا ایک بہت بڑا لمبا مضمون ہے اس میں اُس کی گنجائش نہیں ہے ⁂

آقا اور ملازموں کا جھوٹ

ملازم تو اپنے مالکوں کو خوش رکھنے کے واسطے جھوٹ بولتے ہیں۔ اور آقا اُن سے کام لینے کی غرض سے۔ کہ جس وجہ سے مالک اور مملوک دونوں بیکار ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی آدمی کسی کو جھوٹ موٹ سے خوش کر سکتا ہے تو اُس کو کیا ضرورت ہے کہ اپنے فرائض کا خیال رکھے۔ ایسا ملازم تو بالکل ہی بیکار ہو جاتا ہے۔ اور مالک کو بھی

بیکار کر دیتا ہے۔ کسی خاندان اور فیملی کے برباد ہونے کی پہلی علامت یہ ہے۔ کہ وہاں خوشامدی اور فریبی گھس جائیں۔ خوشامدیوں کے بہت سے اقسام ہیں ؛

اوّل۔ بہت بڑے بڑے سمجھ داروں کو پتہ نہیں لگتا اور آہستہ آہستہ اُس کا عادی ہو جاتا ہے۔ پھر ہر ایک آدمی کو معلوم ہونے لگتا ہے کہ یہ خوشامد ہے مگر مالک اور مملوک کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اُس بغیر چین نہیں پڑتا ؛

دوم۔ متوسط درجہ۔ سیوم۔ ادنے درجہ کے۔ پھر اُن کے بہت سے طریقے ہیں۔ چونکہ ہماری فیملی کا ایک ممبر خوشامد کے مضمون پر غور کر رہا ہے۔ اس واسطے اس کو زیادہ وسعت دینا ضرور نہیں ہے ؛

پولیس کی کارروائی میں جھوٹ

پولیس کا محکمہ ایک بڑا ہی ذمہ واری کا محکمہ ہے اُس کے فرائض عجیب ہیں ؛ رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرنا۔ مظلوموں کو ظالموں کی دست برد سے بچانا چوری ڈاکہ وغیرہ واردات کو روکنا۔ بدمعاشوں اور بدچلنوں کو سزا دلانا۔ ملک میں امن قائم کرنا جنگی فوج جیسا بیرونی خطرات کو روکتی ہے۔ پولیس اندرونی انتظام کرتی ہے۔ یہ تمام ایسی باتیں ہیں۔ کہ جنسے بدمعاشوں اور بدکرداروں کے دل اُن سے کانپنے چاہئیں اور نیک معاشوں کے دل میں اُن کی تعظیم اور تکریم ہونی چاہئے۔ مگر معاملہ اس طرح پر نہیں ہے۔ اُنکے اسباب کثیر ہیں۔ مگر اُن سب کا مخزن جھوٹ ہے۔ اور وہ جھوٹ بھی ایسا نہیں کہ اُس کا علاج جھٹ پٹ ہو سکے۔ اُس کا علاج اُس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب ہم تمام امورات پر غور کریں ؛

اوّل۔ قانونی مجبوری ہے۔ دوئم۔ اس میں لائق آدمیوں کی کمی۔ سیوم۔ اُنکی عزت اور تکریم کی کمی ؛

قانونی مجبوری تو یہ ہے کہ مثلاً کسی مقدمہ کا مال تو ملگیا مگر مجرم نہیں ملا۔ یا مجرم ملگیا اور مال نہیں ملا۔ یعنے اُس کے پاس یا ایسی جگہ نہیں ملا جہاں ملزم ماخوذ ہو سکے۔ وغیرہ وغیرہ امورات ہیں کہ جہاں پر پولیس کو جھوٹی شہادتیں پیدا کرنی پڑتی ہیں۔ اُس کو عدالتیں بھی جانتی ہیں۔ اپنا مقدمہ ثابت کرنے کے واسطے عجیب عجیب جھوٹ اور فریب گواہوں کو سکھلانے پڑتے ہیں۔ پہلے پہل جب پولیس ایسی شہادت پیدا کرنے کے واسطے جھوٹ

کی تعلیم دیا کرتی تھی۔ اُس وقت اُن کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہ آخر ہمکو ہی نشانہ بننا پڑیگا شعر
کس نیاموخت علم تیراز من - کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد ۰ اسی وجہ سے کہا کرتے ہیں - کہ پہلے پہل
ہندوستان میں اس پولیس نے جھوٹ کو بڑھایا ۰

دوئم اُس میں لائق آدمیوں کا نہ ہونا - لائق آدمیوں سے میری مراد یہ ہے کہ پولیس میں کوئی جنٹھ کے آدمی ہوں - اگر خدا کا خوف بھی نہ ہو تو اپنے جتھہ اور فیملی کا خیال ہو - یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ بڑے بڑے رئیسوں کے لڑکے بھرتی کئے جاویں - بلکہ وہ لوگ ہونے چاہئیں - جنکی بہت سی قوم باہر دیہات اور جنگل میں پھیلی ہوئی ہے - اور بچپن سے پولیس کے متفرق کام حفاظت - نگرانی - کھورا کھوج - گوڑہ وغیرہ سے واقف ہوں - اس بات کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہو - کیونکہ اعلےٰ درجہ کی تعلیم بزدلی - کمزوری - تنہائی - گوشہ نشینی وغیرہ سکھلاتی ہے - ایسے آدمی جب پولیس میں بھرتی ہوتے ہیں تو کئی سال تک تو اُنکو کام ہی سیکھنا پڑتا ہے - اور پھر بھی وہ لائق ثابت نہیں ہونگے ۰

سیوم - پولیس کی عزت بڑھانی چاہئیے - اور پولیس کے متعلق بعض اختیارات دئے جاویں بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ اس بے اختیاری میں تو یہ حال ہے اگر اختیار دئے جاویں تو اور ابتری پھیل جاوے - مگر میرا خیال اس کے برعکس ہے جو لوگ زیادہ بے اختیار ہوتے ہیں وہ زیادہ تعلّی کیا کرتے ہیں اور خواہ مخواہ اپنے اختیارات کو بڑھا کر بتلایا اور دکھایا کرتے ہیں - اگر انکی عزت بڑھائی جاوے تو پھر یہ صورت نہ رہے اس وقت جو اُن کو ہر ایک آدمی کے آگے یہ کہنا پڑتا ہے ہمارے بڑے اختیارات ہیں - ہم یوں کر دیں یاں کر دیں تو پھر یہ بات نہ رہے پھر وہ خود بھی اپنی عزت کرنے لگیں - غرض یہ ہے کہ پولیس کے محکمہ میں جھوٹ اور فریب زیادہ پھیلا ہوا ہے ۰

نوٹ :- چونکہ پولیس کمیشن اُس کی تحقیقات کر رہا ہے امید ہے کہ آیندہ مناسب انتظام ہو جاویگا اس واسطے میں نے اس مضمون کو پورا نقل نہیں کیا ۰

ماتحتوں کا اپنے افسروں کے ساتھ اور افسروں کا ماتحت کے ساتھ جھوٹ

یہہ بہت مشکل مضمون ہے - اگر اس کی پوری کیفیت بیان کرتا ہوں تو میری مجبوری اور کمزوری اجازت نہیں دیتی - اور اگر معمولی - اشارات اور کنایات سے کام لیتا ہوں تو اصلی

مطلب نہیں کھلتا - اور اپنے اوپر جھوٹ کا الزام لیتا ہوں - اس میں بہت سے مختلف خیالات ہیں ؟

الف کہتا ہے کہ اس وقت راستی سے کام نہیں چل سکتا - جو ملازم جھوٹی اور فرضی کارگذاری دکھلا رہے ہیں وہ عموماً ترقی پاتے جاتے ہیں - ماتحت اور افسر اور رعایا اُس سے خوش رہتے ہیں - اور جو راستی سے کام کرنا چاہتے ہیں اُن سے تینوں ہی ناراض ہیں - اُن کی ترقی نہیں ہوتی - بعض تو برخواست ہو جاتے ہیں اور بعض خود ہی چھوڑ جاتے ہیں - چونکہ ملازموں میں بڑا کمپیٹیشن ہے اس واسطے جو راستباز ہیں وہ فرضی کام کرنے والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے - مثلاً - ایک ضلعدار کو ایک فصل میں چھ ہزار ایکڑ علاوہ دوسرے کاموں کے پڑتال کرنی چاہئے - اور دراصل دو اڑھائی ہزار سے زیادہ نہیں کر سکتا - تو جو فرضی کارروائی کرنے والے ہیں وہ تو چھ بلکہ سات ہزار ایکڑ پڑتال دکھا دیتے ہیں - مگر راستباز سے بہت مشکل سے دو اڑھائی ہزار ہوگی یا ایک ضلعدار روزمرہ اپنا کوچ مقام روزنامچہ میں دکھلا دیتا ہے اور خود ہیڈکوارٹر میں پڑا ہوا ہے - اور ایک راستباز ہے وہ روزمرہ اپنے علاقہ میں دورہ رکھتا ہے - بار بار اپنے علاقہ میں جاتا ہے - اور ماتحتوں کی نگرانی کرتا ہے - اور زمینداروں اور ماتحتوں کی شکائتوں کو سُنتا ہے - اُس کے خلاف بہت سے آدمی ہو جاتے ہیں - اور جو پہلا ہے اُس سے منشی مصدی چپراسی وغیرہ سب خوش ہیں - روزگار کا معاملہ ہے - اگر وہ جاتا رہے تو فاقہ کشی کی نوبت پہنچے - اس واسطے راستباز کو بھی جھوٹ بولنا پڑتا ہے - افسر بھی اس بات کو سمجھتے ہیں مگر وہ قواعد کے پابند ہیں - جب تک مقررہ قواعد کے مطابق کارروائی نہ ہو تو وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے ؟

(ب) خیر تم اپنے افسروں پر الزام نہیں لگاتے تو افسروں کے افسروں پر الزام لگاتے ہو کہ اُنہوں نے غلط اور سخت قواعد بنائے ہیں - اگر بالفرض مان لیا جاوے کہ وہ قواعد سخت ہیں تو یہ بھی تمہاری فرضی اور جھوٹی کارگذاریوں کا نتیجہ ہے - کہ ایک آدمی نے فرضی کارگذاری دکھلائی اور سب اُنکی تقلید کرنے لگے - یا کسی پر اعتراض ہوا تو صاف صاف تو جواب نہیں دیا اور کچھ کچھ بہانے لکھکر ٹالتے رہے ؟

(الف) - ہم کیا صاف صاف لکھتے اور کیا جواب دیتے ؟

(ب) - اُس کی دو صورتیں ہیں - یا تو جس شخص نے اس قدر کارگذاری اور پڑتال وغیرہ دکھلائی ہے اُس کی اس قدر لیاقت یا ہمت نہیں ہے کہ وہ فی الاصل اس قدر کام کر سکے - ضرور اُس نے فرضی کام کیا ہے - اور یا وہ ایک غیر معمولی لیاقت کا آدمی ہے -

اور تم سے ڈیوڑھا اور دُگنا کام کرسکتا ہے - ایسے آدمی شاذونادر ہوتے ہیں - بس تم ان دونوں امور کا راستی کے ساتھ جواب دیتے تو ضرور افسروں کا مغالطہ نکل جاتا - اور اس میں کوئی ہرج بھی نہ ہوتا - کیونکہ فرضی کام کرنے والے کے ساتھ تم مقابلہ کرسکتے تھے - اور غیر معمولی لیاقت کا بھی فائدہ ہوتا - وہ ترقی پاکر تمہارے درجہ سے نکل جاتا یا مستثنیٰ سمجھا جاتا - تم نے ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ کی :

(الف) - خیر یہ تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا اس کے ملزم تو ہمسے پہلے تھے جو کچھ وہ کرتے رہے وہی ہمکو بھی کرنا پڑیگا :

(ب) - پھر بھی اُس کا وہی علاج ہے جسکا ذکر اوپر ہو چکا - پچھلے جو کام کر گئے ہیں وہ ایسے تو نہیں کہ اُن میں غلطی اور مغالطہ کا شبہ ہی نہ ہو - جس وقت چاہو اُس کی درستی کراسکتے ہو - اس وقت تو شاید وہ غیر معمولی لیاقت کا آدمی بھی نہ ہوگا - جس نے اسقدر کارگذاری کو بڑھا دیا تھا اب تو اور بھی آسانی ہے - جب تم سب اسکے شاکی ہو تو اُسکی اصلاح میں ذرا بھی مشکل نہیں ہے :

(الف) - سب کہتے ہیں کہ راستباز کی اس عملداری میں قدر نہیں ہے - راستی اور دیانتداری کا تو سرکار نے ایک نمبر بھی نہیں بڑھایا - درجہ بدرجہ ترقی ہوتی ہے اور گدھا اور گھوڑا سب برابر ہیں - بلکہ گدھے کو زیادہ بارکش جانتے ہیں - اس واسطے جھوٹ اور فریب زیادہ پھیلتا جاتا ہے :

(ب) - اگر جھوٹ اور فریب بڑھتا جاتا ہے تو ابتری بھی پھیل جائیگی - جب تک اس کا کوئی انتظام نہ کیا جاوے وہ رُک نہیں سکتی - مگر یہ حالت زیادہ تر ایسی جگہ ہوتی ہے - جہاں کوئی بیدار مغز افسر نہیں ہوتا - ملازموں کو چاہیئے کہ وہ خود کمیٹی اور مشورہ کرکے جھوٹ کو چھوڑدیں اور اُس کے واسطے ایک رجسٹر طیار کیا جاوے جس میں تمام ذکر لکھے جاویں اور اس کمیٹی کا کوئی پریزیڈنٹ لایق ہونا چاہیئے تاکہ سب کی نگرانی کرسکے اور جس ملازم کی بابت ثابت ہو جائے کہ اُس نے جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے تو تحقیقات کرکے اُس کا کیس بنایا جاوے - اور اگر ثبوت کو پہنچ جاوے تو رجسٹر سے اُس کا نام خارج کیا جاوے - علاوہ اسکے اور جو کچھ مناسب تجویز سمجھیں اُس کا انتظام کریں - اور یہہ جو تم کہتے ہو کہ راستی کا ایک نمبر بھی سرکار نے نہیں رکھا - درجہ وار ترقی ملتی ہے - یہہ تمہارا خیال صحیح ہے - مگر جس کو تم راستباز سمجھتے ہو - وہ واقعی راستباز بھی نہیں ہے - راستباز کی اصلی پہچان یہ ہے کہ وہ کاہل اور سست نہ ہو اور اسقدر محنتی ہو کہ جھوٹے سے

دُگنا کام کرسکے۔ کوئی ناجائز کارروائی نہ کرے۔ یہ بات سمجھ لو کہ جو کاہل اور سُست ہے وہ کبھی راستباز نہیں ہوگا ؛

(الف)۔ راستباز بیشک دوگنا کام کرتا ہے۔ مگر جھوٹا ملازم اپنے جھوٹ کی وجہ سے چوگنا کردیتا ہے۔ اور کیا ادنےٰ اور کیا اعلےٰ سب اُس کے ثناخواں اور ممنونِ احسان ہوتے ہیں۔ اور راستباز کے مخالف اُس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اسکا کیا علاج ہوسکتا ہے؟

(ب) کیوں نہیں اسکا علاج ہوسکتا۔ جو بیدار مغز یورپین افسر ہیں وہ ضرور اسپر توجہ کرتے ہیں۔ اور جو دیسی افسر راستباز ہیں اُنکو بھی اسکا بڑا خیال ہے۔ جو راستباز ہیں انکی بڑی عزت ہوتی ہے ؛

اُستاد شاگردوں کا جھوٹ

اگر اُستاد میں ہی جھوٹ کا عیب ہو تو وہ بھلا اپنے شاگردوں کی کیا اصلاح کریگا چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ؛ لڑکے معمولی باتوں میں اُستادوں کے سامنے بےخوف جھوٹ بولتے ہیں۔ اور خلاف واقعہ اور لغو باتیں ظاہر کرتے ہیں۔ مگر اُستاد اُن کو بہت کم ٹوکتے ہیں۔ البتہ جو معاملات میں جھوٹ ہوتا ہے۔ اُس کی تو کچھ نگرانی بھی کرتے ہیں اور جو لغو اور بیہودہ باتوں میں ہوتا ہے اُس طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ شائد اُستاد یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ فضول سی باتیں ہیں جس وقت بڑے ہوجاوینگے خود ہی سنور جاوینگے مگر اُس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ بچوں کے اخلاق اُنکی معمولی کھیلوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ اگر وہ اُن میں جھوٹ اور فریب کرینگے تو ضرور معاملات میں بھی ایسے ہی ثابت ہونگے۔ مگر اُستاد بیچارہ بھی کیا کرے کہ اس وقت تک کسی کالج یا سکول میں کوئی ایسی کتاب داخل نہیں ہے جس میں مکمل برائیاں جھوٹ کی ہوں۔ اور جو چھوٹے چھوٹے مضمون ہیں اُنسے معتدبہ فائدہ نہیں ملتا۔ جب صحیح طور پر جھوٹ کی حقیقت ہی معلوم نہ ہو تو اُس کا علاج ہی کیا کرسکتے ہیں جب بچے کچھ بڑے ہوجاتے ہیں تو پھر اُن سے جھوٹ چھٹتا ہی نہیں ہے۔ کیونکہ بچوں کے ادب کا زمانہ زیادہ لمبا نہیں ہوتا۔ بارہ چودہ سال کی عمر میں یہ آجانا چاہیئے۔ پھر یہ مادہ سخت ہوتا جاتا ہے۔ اور پھر اُس کی اصلاح نہیں کرسکتے۔ مگر اُستاد اپنی اوستادی کا حق جتلاتے ہی جاتے ہیں اور اورنگ زیب پر الزام دھرتے چلے جاتے ہیں۔ کہ اُس نے بھری مجلس میں اپنے اُستاد کی بہت بے توقیری کی۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک

اُس نے بہت ہی ناواجبی کام کیا تھا - مگر ساتھ ہی یہ بھی کہینگے کہ جو کچھ عالمگیر کی غلطی یا سختی وغیرہ اُستاد کے ساتھ تھی وہ کہاں سے آئی تھی وہ بھی تو آخر اُسی اُستاد کی تعلیم کا نتیجہ تھا یہ نہیں ہو سکتا کہ اورنگ زیب نے جو غلطی کی وہ تو اُس نے خود کی کسی اُستاد کی تعلیم اور تربیت سے نہیں تھی - اور جو اچھے کام کیئے وہ اُستاد کی تعلیم کا اثر تھا - اُس کو اُستادی کے حقوق ملنے چاہئیں - اُستاد کا حق بُرے اور بھلے دونوں میں اُسی نسبت سے چاہیئے جس نسبت سے شاگرد کے اندر موجود ہیں - مگر ہم کو تو پھر بھی اُن کا ادب کرنا چاہیئے - کیونکہ وہ بہرحال اُستاد ہیں ؎

اِسوقت ہمارے اکثر مدارس اور کالجوں کا ایسا بُرا حال ہے کہ جنکا بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے - اگر کسی سکول کے لڑکوں کے چال چلن کی تحقیقات کرو گے - تو دیکھو گے کہ اِن مدارس نے عجیب وغریب شرارتیں پیدا کر دی ہیں - اور وہ شرارتیں دن بدن بڑھتی جاتی ہیں کم نہیں ہوتیں - اُنکا اصلی ماخذ تلاش کرو گے تو یہی ہے کہ وہ جھوٹ پر بڑھے گئے اور اُنکی کوئی روک نہ ہوئی - اور اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ اگر اُستاد اُن کی اصلاح کرنی چاہیں تو اُنکی اصلاح نہیں ہو سکتی - بلکہ اُستادوں کی وہ اصلاح کر سکتے ہیں - اُستاد اُنکی شرارتوں سے ڈرتے ہیں - ڈرتے ہوئے اُنکے حالات کسی سے بیان ہی نہیں کر سکتے - اگر کوئی خاص اپنا لڑکا ہو تو اُس کو بھی اس طرح سمجھاتے ہیں کہ دیکھو بچہ تم فلاں فلاں لڑکے کی صحبت میں مت بیٹھنا لڑکا پوچھتا ہے کیوں تو کہتے ہیں تجھے سمجھا جو دیا - اور یہ بات کسی کو بتلانا نہیں - بچہ بہتیرا پوچھتا ہے کہ یہ کیا بات ہے مگر اُستاد صاحب اس وجہ سے ڈرتے ہوئے کچھ نہیں کہتے کہ کہیں ہمارے بدمعاش شاگرد کو پتہ لگ جائے اور ہمکو نقصان پہنچائے ؎

جب یہانتک نوبت پہنچ گئی ہے تو اُنکے اسباب اور نتائج پر غور کر کے اُستادوں کے کیا اختیارات اور حقوق تھے اور اب کیا ہیں - ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے پہلے تعلیم اور تربیت دونوں کے ذمہ وار اُستاد تھے - اور اختیارات اس قدر وسیع تھے کہ اُنکے والدین کو اسقدر اختیارات نہیں تھے - اور اب صرف تعلیم کے ذمہ وار ہیں اور وہ بھی اُس قدر کہ کسی طرح پاس ہو جائے - میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُستاد کو شش کے اختیارات دیئے جاویں کہ جسکو چاہے ذبح کر ڈالے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ جس قدر والدین کے اختیارات ہیں اُن سے تو کم نہ ہوں - پیار بھی کریں سزا بھی دیں - یہ سچ ہے کہ پیار محبت سے جس قدر بچہ سمجھ سکتا ہے اُس قدر مارنے پیٹنے سے نہیں - مگر اس کلیہ قاعدہ

کے ہمکو یہ معنے نہیں نکالنے چاہئیں۔ کہ اب سزا کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ اگر ہم چاہیں کہ ہمارے بچے صرف پیار محبت سے ہی سمجھ جائیں تو اُنکو خود اپنی ابتدائی حالت کو دیکھ لینا چاہئے اگر اُنہوں نے تعلیم تربیت میں کبھی مار نہیں کھائی تو ضرور آپ کے صاحبزادہ صاحب مار نہیں کھائینگے۔ اور اگر تم پٹ پٹ کر درست ہوئے ہو تو آپ کے صاحبزادہ بھی ضرور اسی طرح درست ہونگے۔ ہمارے ہندوستان کی ابھی تک ایسی حالت نہیں ہوئی کہ ہمارے بچے صرف پیار محبت سے درست ہو جائیں۔ جب والدین درست ہو جاوینگے وہ بھی درست ہو جاوینگے۔ شریر بچہ کی لوری بھی سخت ہونی چاہئے ؂

اب ہمکو یہ غور کرنا چاہئے کہ اس کی اصلاح ہماری گورنمنٹ کرے یا پبلک ہی اُسکی حالت درست کر سکتی ہے۔ میرے خیال میں جب تک دونوں توجہ نہ کریں اُس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ پبلک کو خود اس کی نگرانی کرنی چاہئے۔ اور ایک کمیٹی اس کی نگرانی کے واسطے تجویز ہونی چاہئے کہ وہ خفیہ پولیس کی طرح نگرانی کریں اور دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔ اور جب تک ہمارے سکولوں کی حالت نہیں سنورتی۔ اُس کے واسطے نہایت ضروری ہے کہ جو لوگ اپنے گھر پر تعلیم کا سامان کر سکتے ہیں زیادہ نہیں تو پرائمری تک اپنے گھر تعلیم دلاویں یا کوئی لائق اُستاد اُس کی نگرانی کے واسطے مقرر کریں کہ وہ لڑکے کو مدرسہ میں لیجائے اور جب تک پڑھے وہیں بیٹھا رہے اور اپنے ساتھ ہی گھر لے آئے۔ اور سب سے زیادہ بچہ میں جو وصف پیدا ہونا چاہئے وہ راستی اور ادب ہو۔ ہمارے کالجوں اور سکولوں میں اسقدر نقص ہیں کہ اُن سب کے واسطے ہمارے اس رسالہ میں گنجائش نہیں ہے مگر اُنپر توجہ کرنا لازمی ہے ؂

شاعروں ناول نویسوں اور قصہ گویوں کا جھوٹ

ناول نویسوں اور قصہ گوئیوں نے تو جھوٹ کی حد کر دی۔ اور جھوٹ بھی خلاف عقل اور غیر ممکن الوقوع۔ مضمون میٹھے اور دلچسپ جنمیں زہر ہلاہل بھری ہوئی۔ ہمارے ہندوستان کو اُن ناولوں نے ایسا گرویدہ کر لیا ہے کہ ہزاروں ناول اور قصہ کہانیوں کی کتابیں چھپتی ہیں اور ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہیں۔ اس سے ہمارے ہندوستان کے مذاق کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اگر کوئی علمی کتاب طیار کرتا ہے تو اُس کی طرف کوئی دیکھتا بھی نہیں اور اگر ایک آدھ خرید لیتا ہے تو پچھتاتا ہے کہ ٹکے ہی ضایع کئے۔ اور مصنف کو جو صلواتیں سناتا ہے وہ الگ ؂

اب ہم پوچھتے ہیں کہ ہمارے ملکی بھائیوں کا رُخ اِس طرف کیوں ہے۔ اُس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ جھوٹ نے ہمارے دماغ گندہ کر دئے ہیں۔ اور ہمارے تمام قوائے عقلیہ کو کمزور اور پائمال کر دیا ہے۔ نہ مدرکہ ٹھیک رہی نہ حافظہ نہ متخیلہ رہی نہ متصورہ۔ عقل۔ فیصلہ۔ استدلال سب نے اپنی اپنی راہ لی۔ کوئی امریکہ پہنچی کوئی انگلستان کوئی جرمن گئی کوئی جاپان۔ کوئی راستہ میں ہی ڈوب کر رہ گئی۔ آگے پہنچ ہی نہ سکی۔ خیر ہمارا کیا قصور ہے۔ ہمنے تو سب بھیجدیں تھیں اُن کا واپس آنا کسی بڑی تحریک کا محتاج ہے۔ اگر ہمارے اعلےٰ لیڈر اور ریفارمر سر توڑ سعی اور کوشش کریں تو شاید کچھ اصلاح ہو جائے۔ اگر ناول نویسوں وغیرہ کو کچھ تھوڑا سا اصلاح کا خیال پیدا ہو جائے۔ اور آہستہ آہستہ اُس کے پہلو کو بدلتے جائیں تو ممکن ہے کہ یہی رسالے جنکو ہم فضول اور لغو کہتے ہیں بڑے ہی کارآمد ہو جائیں۔ اور اُس کے بعد غالباً زندہ مضمون لکھنے والے بھی پیدا ہو جائیں۔ اور مردہ مضمونوں کو جو لوگوں کا ستیاناس کر رہے ہیں دفن کر دیں تو پھر ہم کچھ درست ہو سکتے ہیں۔ یورپین ناول نویسوں کو دیکھو۔ وہ ہمیشہ اپنی ملکی ضرورتوں کے واسطے رسالے لکھتے ہیں وہ موجودہ ضرورتیں ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ جس کی ضرورت دس بیس سال کو ہونے والی ہے اُس کو کسی ایسے دلچسپ پیرایہ میں لیتے ہیں کہ مدت کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اسکا محرک فلاں تھا۔ جو زندہ مضمون ہوتے ہیں وہ دلوں میں ہل چل ڈال دیتے ہیں۔ اور وہی کامیابی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں ؟

تھوڑے روز ہوئے مجھسے ایک صاحب نے بھی اینٹر کے تماشہ کا ذکر کیا۔ اور بتلایا کہ عجیب ہی سین تھا۔ میں تو دیکھکر دنگ رہگیا۔ اُس نے جو واقعات بتلائے وہ عجیب ہی لغو تھے۔ پھر دیر تک یہ بحث رہی کہ اس سے ہمارے ملک کو کیا فائدہ پہنچا ہے۔ فائدہ تو درکنار جو جو نقصان پیدا ہو رہے ہیں یا ہونگے۔ اُس پر توجہ فرمائیے۔ پھر اُنہوں نے مجھے اُس تماشہ کا ناول ہی دکھلایا جب مینے دیکھا تو اُس میں وہی پُرانی لغو صورت خال خط۔ بال سے باریک کمر اور چاند سا مکھڑا۔ الف کالے ناگ وغیرہ وغیرہ نظر آئے۔ میں تو ایسی صورت کو دیکھکر کانپ گیا۔ اس وجہ سے نہیں کہ اُس کے جلال کا پرتوہ پڑا۔ نہیں بلکہ چہرہ ہی ایسا بھیانک تھا۔ کہ خواہ کیسا ہی دلیر یا جری ہو ضرور ہی ڈر جائے مگر بھلا جس معشوق کی بال سے باریک کھڑی کمر و چاند سا گول گول چمکتا ہوا چہرہ جس میں سیاہ سیاہ جھایاں جسکو دیکھ کر لوگ کہتے ہیں۔ کہ چاند کی ماں چرخہ کات رہی ہے۔ بڑھاپے نے دانت جھاڑ سب کچھ لے لئے ہوں اور بجائے اُس کے اوپر کا ہونٹ چار اُنگل لٹکا دیا ہو۔ دونوں طرف کالے کالے ناگ جنکو اُنکی زہر کی تیزی نے پیچ در پیچ کر دیا ہو۔ اور بیچمیں اپنا پھن پھیلا کر جس میں باریک

باریک کٹی زبانیں ہل ہل کر زہر اگلے رہیں ہوں اُن سے کون نہیں خوف کھائیگا۔ مگر ہمارے ایکٹر ہیتھیٹر میں اسکا عجیب سین دکھاتے ہیں۔ جب جوان اور خوبصورت لڑکے اپنی سریلی سُرو سے گاتے ہیں۔ اور درمیان میں عشقیہ دردانگیز اشعار کو چڑھی اوتری سُروں سے وقت کی راگنی میں ادا کرتے ہیں۔ تو بڑے بڑے ثقہ جنکی بزرگی نے ایک بال بھی سیاہ نہیں چھوڑا ونس مور ونس مور کے نعرے لگاتے ہیں۔ اور اُنکے جگرپارہ جو اُنکے اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو اشاروں سے بتاتے ہیں۔ بھلا جو کچھ اثر پڑتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اُس وقت کسی کا بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ کیا اقتباس کر رہے ہیں۔ دنکو بازاروں میں دیکھو ہمارے چھیل چھبیلے اکڑتے اور جھومتے ہوئے انہیں اشعار کو اپنی ٹوٹے پھوٹے لہجہ میں گاتے جا رہے ہیں۔ دنکو کیا بلکہ رات کو بھی اس دھیان میں لگے رہتے ہیں اور یہ ہی خواب آتے ہیں ؛

بعض رشیوں منیوں اور ظاہردار صوفیوں اور ولیوں اور مہذبوں اور سمجھداروں کے جھوٹ

جب کوئی آدمی اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے لگتا ہے یا تصوف اور ویدانت میں اپنے آپ کو بڑھ کر ماہر اور واقف خیال کرتا ہے تو اُس وقت وہ ظاہر کرنے لگتا ہے کہ میں اسقدر تارک دنیا اور خدارسیدہ ہو گیا ہوں کہ اب مجھے کسی ظاہری قواعد کی پابندی کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ اُس وقت وہ تمام قیود اور پابندیوں کو خواہ وہ مذہبی ہوں یا سوسائٹی کے قواعد ہوں چھوڑ دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اب میں ایسے اعلےٰ درجہ پر چڑھ گیا ہوں کہ خواہ کچھ ہی جائز یا ناجائز کام کروں مجھے کچھ نقصان نہیں دیتا۔ اسی طرح جو میں اپنے آپ کو اعلےٰ درجہ کی مہذب خیال کرنے لگتی ہیں۔ وہ بھی ایسے ایسے جرموں پر اُتر آتے ہیں۔ جنکو معمولی سمجھ کا آدمی بھی نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ شراب جوام الخبائث ہے پیتے ہیں اور غیر محرموں سے اختلاط کرتے ہیں۔ مذہبی پابندیوں کو توڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اخلاق میں اس سے کوئی بُرا اثر نہیں پیدا ہوتا۔ ہم یہ فعل سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔ اور اُسپر اسقدر قادر ہیں کہ جس وقت چاہیں چھوڑ دیں۔ جس مقدار کی ضرورت دیکھیں استعمال کریں۔ ہم اُس کے بُرے اثروں سے متاثر نہیں ہو سکتے۔

مذہب یا ہماری سوسائٹی نے ان چیزوں کو بُرا بتلایا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ اس کا مرتکب حد سے گذر جاتا ہے۔ اور اُسی کا ہو رہتا ہے۔ صدہا آدمی اُنکے ایسے جھوٹے اور لغو اقوال سے دہوکہ میں پڑتے ہیں اور تباہ ہوتے ہیں ؀

اُنکے اقوال کے تصدیق جیسے تو نہیں ہو سکتی۔ کوئی ویسا ہی اعلےٰ عقل کا پتلا ہو۔ تو تائید کر سکتا ہے۔ بعض لوگ شائد اسقدر کہدیں کہ اُنکی اپنی ذات میں بہت برا اثر نہ پڑے مگر ہم تو کہتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے تمام مسلمہ قواعد اور رولز کو توڑ ڈالا۔ جو قانون نافذہ کو توڑتا ہے۔ وہ ایسا قانون شکن ہے جسکے پاس نہ کوئی عذر ہے نہ بہانہ۔ اُن کے اقوال اور افعال سے ملک میں بہت بُرا اثر پھیلے گا۔ جھوٹے فریبی ملک میں بڑھتے جائینگے بداعمالیاں اور بدکاریاں پھیلتی جاوینگی۔ صحیح النسب گھٹتے جائینگے۔ دوسرے اُنکے قائمقام ہوتے جائینگے۔ طبیعتوں میں آزادی اور بے مروّتی پیدا ہوتی جائیگی۔ اور وہ ایسے زمانہ کے آنے کے منتظر ہونگے۔ جو اُنکو تہ وبالا کر دے ؀

اسکے علاوہ اور بھی ملک میں مغالطے پھیلنے لگ جاتے ہیں کہ فلاں مقام اور فلاں ضرورت میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ فلاں کتاب میں تین جگہ اور فلاں میں پانچ جگہ جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اُس کو جھوٹ ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اُس کو سچ سے بھی کچھ اونچا درجہ دیتے ہیں۔ خداوندا رحم کر ؀

والدین اور اولاد کا باہم جھوٹ یا بزرگوں اور خوردوں کا باہم جھوٹ

بچپن کی حالت کو تو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اب ہم اُنکی آیندہ کی حالت لکھتے ہیں۔ جنہیں اُنکے بزرگوں کا پہ تو پڑتا ہے۔ کسی کو بلائینگے یا کسی کو کوئی بات کھلا کر بھیجینگے یا کسی سے کوئی چیز منگائینگے۔ یا پھر کوئی واقعہ بیان کرینگے تو اناپ شناپ صدہا جھوٹ طوفان بھر دینگے مثلاً ایک صاحب نے اپنی کسی ضرورت کے واسطے کسی سے دیگچہ منگانا ہے تو اُس کو ہدایت کرینگے کہ کہنا والد صاحب تو بیمار رہتے ورنہ وہ خود تشریف لاتے۔ مجھے بھیجا ہے اور یہ پیغام دیا ہے (پیغام میں بھی دو تین سفید جھوٹ ہونگے) کچھ مہمان آگئے ہیں اُنکے لئے کھانا طیار کرنا ہے۔ ہمارا جو بڑا دیگچہ تھا اُسکو ایک دوست مانگ لے گیا ہے کل تک وہ خالی نہیں ہوتا ایک دیگچہ میں قلعی نہیں رہی اور قلعی گر کہیں چلا گیا ہے۔ اسقدر سنکر وہ خاموش رہتا ہے تو پھر کہنا شروع کرتے ہیں آپکو بھی فرمایا تھا کہ کل فرصت ہو تو کھانے میں شریک ہونا۔ تو آگے

سے جواب ملتا ہے کہ والد ماجد سے کہنا ہیں آپکی مہربانی کا مشکور رہوں۔ مجھے بھی اس دیگچہ کی کل ضرورت ہے۔ اگر ضرورت نہ ہوتی تو کیا بات تھی۔ آپ خود کیوں تشریف لائے اپنے کسی نوکر کو بھیج دیتے تو صاحب زادہ صاحب زیادہ اصرار سے کہتے ہیں کہ حضور دیگچہ تو شام کو ہی خالی ہو جاویگا۔ کل ہمارا اپنا آجاویگا۔ ہیں انشاء اللہ تعالیٰ شام کو یا علے الصباح جس وقت فرماویں دے جاؤنگا۔ اس کا جواب ملتا ہے کہ صاحبزادہ یہ تو سچ ہے مگر اُس میں ایسی ہی چیز بن رکھی ڈھکی پڑی ہیں کہ شام تک تو ہیں خالی بھی نہیں کر سکتا۔ مگر شام کو تمہارے والد صاحب کی بیمار پرسی کے واسطے آؤنگا تو تمام حال عرض کر دونگا۔ لڑکا کہتا ہے حضور لاؤ میں خالی کر دیتا ہوں مجھسے تو والد صاحب ناراض ہونگے۔ ہیں کیا جواب دونگا۔ اور دو چار سخت سُست باتیں سُنا کر واپس چلا آتا ہے۔ اور اپنے والد سے کچھ جھوٹی سچی باتیں آملاتا ہے کہ اُنہوں نے تو صاف جواب دیدیا اور کہا کہ کل مجھے بھی اُسکی ضرورت ہے۔ والد صاحب بول اُٹھتے ہیں۔ نالایق یہ کہنا تھا کہ کل صبح کو ہی خالی ہو جاویگا۔ خلف رشید ذرا تیوڑی چڑھا کر کہتے ہیں۔ آپ تو مجھے ایسا ہی بادلا خیال کرتے ہیں۔ ہینے تو سب کچھ کہدیا بلکہ یہ بھی کہدیا کہ شام کو ہی خالی ہو جاویگا۔ مگر اُنہوں نے تو ایسے بہانے بنائے کہ جو نہ دھرے جائیں اور نہ اُٹھائے جائیں۔

اب وہ برخلاف اس بات کے کہ وہ سوچیں کہ کیوں ہمکو چیز نہیں ملی۔ آیا واقعی اُسکو ضرورت تھی یا بہانہ بنایا ہے۔ اور بہانہ بنایا ہے تو کیوں۔ کیا ہمارے برتاؤ میں کوئی فرق ہے کہ ہمنے کبھی کسی کی کوئی چیز لیکر واپس نہیں دی۔ یا ہم اپنی چیزوں کے دینے میں ان سے ایسے بہانہ بنایا کرتے ہیں۔ ہمکو اپنی درستی اور اصلاح کرنی چاہیئے۔ مگر وہ تو آگ ببولا ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرے آدمیوں کے سامنے ہی کہنے لگ جاتے ہیں کہ وہ ذرا اپنے آپ سے باہر ہونے لگا ہے۔ خیر دیکھا جاویگا۔ فلاں فلاں کام پر تو ہیں بھی پانی پھیر دونگا میں اُنکے حمائیتوں کو جانتا ہوں جنکے گھمنڈ میں وہ اترا رہا ہے سب دھرے رہ جاوینگے۔ بکتے بکتے سانس چڑھ جاتا ہے۔ اور اُس کے خلاف کچھ کارروائی بھی شروع ہو جاتی ہے ہمارے ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ بات کیا تھی اور کارروائی کیا شروع ہوگئی۔ اسطرح کی ہزاروں باتیں ہیں۔ جو روزمرہ ہم سے سرزد ہوتی ہیں۔ خواہ کوئی آسان سے آسان کام ہو اور صرف دو سچے الفاظ سے بن سکتا ہو۔ اُس میں بھی ہم جھوٹ بھر دینگے۔ جب وہ کام بن جاتا ہے تو فخر کرتے ہیں کہ ہم نے خوب کام بنایا۔ اُس کے بڑے بھی اُنکے تعریف کرتے ہیں کہ بچہ خوب ہونہار ہے۔ نوکر خوب کارگذار ہے۔ جس کام کو بھیجتے ہیں اُس کو صرف ایک اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ پھر تو یہ خود ہی نمک مرچ لگا لیتا ہے۔ بعض

وقت جن الفاظ سے وہ کام لیتا ہے اُس سے دوچند سہ چند سے بھی زیادہ جھوٹ ملا کر والدیا مالک سے آ بیان کرتا ہے وہ خوب خوش ہوتا ہے۔ اور بعض وقت اُس کی کچھ اصلاح کرنے کے واسطے کہدیتا ہے۔ ارے کمبخت ایسا بڑا جھوٹ نہ بولنا چاہئے۔ اگر وہ خود آکر دیکھ لیتا تو پھر کیا ہوتا حضور نہیں مینے ایسے طور سے کہا تھا کہ اُس میں دونوں پہلو تھے اسوقت آپ کے آگے یوں ہی میری زبان سے نکل گیا۔ اگر والدین سمجھ دار ہوتے تو کیوں اپنی اولاد کا ستیاناس کرتے۔ بچّوں کی حالت کو میں پہلے بھی دو تین مقام پر لکھ آیا ہوں مگر پھر بھی قلم نہیں رُکتی :

دیکھئے ہو اولاد کے حاصل کرنے میں کس قدر سر توڑ کوششیں کرتے ہیں۔ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے شادی کرتے ہیں۔ اور پھر کس شوق اور محبت سے رہتے سہتے ہیں۔ پھر بچّہ کی والدہ کس کس مشکل سے اُسکو سنبھالے رکھتی ہے۔ صدہا تکلیفیں اُٹھاتی ہے۔ اپنا کھایا پیا سب اُگل دیتی ہے۔ مٹی جیسی حقیر سے حقیر چیز کا استعمال کرتی ہے مگر اُس کو ضایع نہیں ہونے دیتی۔ اُسکے پیدا ہونے کی میعاد سب نباتات سے زیادہ ہے اور پھر جننے میں ایسی تکلیفات کا سامنا ہوتا ہے کہ نیا جنم سمجھنا چاہئے۔ دو سال تک اپنا خون جگر پلاتی ہے۔ لوگ جو کوں کے بچّوں کی پرورش کرنے والوں کو دیکھکر تعجب کرتے ہیں کہ وہ کس طرح کئی کئی روز اپنی پنڈلیوں کا خون پلاتے ہیں۔ مگر اسکو بالکل معمولی بات خیال کرتے ہیں۔ شروع شادی سے بچّہ کے دو سال کی عمر تک جو اور اور محنتیں اور کوششیں پیروں فقیروں سے تعویز دھاگہ مرگھٹوں اور قبرستان میں راتوں گذارنا۔ گڑے ہوئے مردوں کو نکال کر جادو ٹونہ واہیات خرافات کو ہم چھوڑتے ہیں۔ جب بچّہ پاؤں چلنے لگتا ہے تو اُس کی تعلیم اور تربیت کو بھول جاتے ہیں۔ اور ایسے نوکروں چاکروں کے حوالے کر دیتے ہیں جو ہمیشہ کے واسطے اُنکی مٹی پلید کر دیتے ہیں۔ پھر اُستاد کے سپرد کرتے ہیں۔ خدا کے فضل سے اُستاد بھی اُسکو ایسا اُستاد ملتا ہے کہ اور تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے مگر خوب ہی اُستاد ملتا ہے۔ جو تمام عمر کے واسطے ایسا سبق دیتا ہے کہ بچّہ تو بچّہ اُسکے والدین کی بھی تمام زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ بعض والدین تو اُس کی کچھ پرواہ ہی نہیں کرتے۔ اُنکی نالائق حرکات سکنات اونکو بہت پیاری پیاری معلوم ہوتی ہیں اور نہال ہو ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے جس میں لاپرواہی کی جاتی ہے وہ صرف جھوٹ کی عادت ہے۔ اگر صرف یہی ایک عادت بچہ میں پیدا نہ ہونے دیں تو ضرور لائق ہو جائیں۔ اور والدین خود بھی (چو کودکاں براور دم دگر کودکی نکردم) پر عمل کریں اور بچّوں کی اصلاح کی غرض سے اپنی بدعادتوں اور جھوٹ کو خیرباد کہدیں تو نہ خود ہلاکت

کے ورطہ میں پڑیں اور نہ اُن کو ڈالیں - کیوں نہیں ہم ایک دہقانی کاشتکار سے سبق لیتے ہمنے کوئی بے وقوف سے بے وقوف کاشتکار ایسا نہیں دیکھا کہ جو اپنے کھیت میں بیج ڈالتا ہے جسکے جمنے کی میعاد صرف دو چار روز ہوتی ہے - حفاظت اور نگرانی نہ کرے - بلکہ وہ اُس میں سے غیر جنس گھاس پات کو نکالتا رہتا ہے - جوان ہونے تک خواہ کتنی دفعہ گھاس پیدا ہو اُس کو ضرور نکالتا ہے - اور صدہا طرح کی حفاظت کرتا ہے تب اپنی محنت کا پھل کھاتا ہے - اور جہاں اس محبت اور بصیرت سے پودا طیار کریں اور پھر اس کی حفاظت اور نگرانی نہ کریں تو اُس سے جو کچھ پھل ملتا ہے وہ ظاہر ہے ؛

جہاندیدوں اور سیاحوں کا جھوٹ

یہ بھی شیخ سعدی صاحب نے ایک حکایت میں ایک دروغگو سیاح کے قول کو نقل کیا ہے (جہاندیدہ بسیار گوید دروغ) کہ جس وجہ سے سیاحوں کے دلوں میں بیٹھ گیا ہے کہ جہاندیدہ جھوٹ سے نہیں بچ سکتے - وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے واقعات اور عجائبات جو انہوں نے اپنے سفر میں دیکھے ہیں اگر من وعن بیان کریں تو اس میں پورا لطف نہیں آتا - ضرور اس میں کچھ نمک و مرچ لگانی پڑتی ہے - مگر یہ بہت ہی برا طریقہ ہے - پھر اُنکی سچی باتوں کا بھی بھروسہ نہیں رہتا - اُنکی محنت سے جو پبلک کو فائدہ پہنچنا چاہیئے تھا وہ رُک جاتا ہے - ایک تو سیاحوں کی تعلیم اور تربیت اور عمر اور مذہب اور قانون کے اختلاف نے اُنکے دماغ میں کچھ ایسا اثر پیدا کیا ہوا ہوتا ہے جو باعث اختلاف ہے اور اگر وہ خود بھی جھوٹ لکھنے لگیں تو پھر تو بہت ہی خرابی پیدا ہو جاویگی - دو سیاحوں کے سفرنامے جنہوں نے ایک ہی حیثیت سے ایک زمانہ میں ایک چیز کو دیکھا ہے اُس میں بہت کچھ تفاوت پاتے ہیں - ہم صرف اُنکے الفاظ اور خیالات کو دیکھکر ایک کو غلط اور دوسرے کو صحیح یا ترجیح دے لیتے ہیں ورنہ اصل حقیقت کما ینبغی ہمکو نہیں معلوم ہوتی - جس سیاح کے دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ میں جھوٹ سے اپنے سفرنامہ کو مقبول عام کرا سکتا ہوں - اُس کا تو دماغ ہی کند ہو جاتا ہے - اُس کو ان اشیا یا واقعات کا اصلی فوٹو لینا ہی نہیں آتا - انکو جلدی سی لگی رہتی ہے - جب اُس کو یہ خیال ہو کہ ہمارے پاس جھوٹ کا سب کچھ مصالحہ موجود ہے تو وہ کیوں محنت اُٹھائیں - وہ اناپ شناپ لغو باتیں جنکو وہ عجائبات سے تعبیر کرتے ہیں بھر دیتے ہیں اور یہ نہیں دکھاتے کہ اُسکی اصلیت کیا ہے یا لوگوں کے اسکی بابت کیا خیال ہیں وغیرہ وغیرہ - شائد اُنکا خیال

ہو گا کہ اگر ہم اُس کی حقیقت کھول دینگے تو عجائبات ہیں نہیں رہیگی - اور مطالعہ کرنے والونکو کہنے کا موقعہ مل جاویگا کہ سیاح نے دنیا کے عجائبات پر نظر نہیں ڈالی ورنہ سینکڑوں عجائبات بیان کرتا ؛

شاید کوئی صاحب یہ کہیں کہ اُس قول میں تو کوئی جھوٹ نہیں معلوم ہوتا - بیشک جہاندیدے جھوٹ بولتے ہیں ؛

یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں ہے کہ سیاح کو مجبوراً جھوٹ بولنا پڑے یا بہت سے سیاح جھوٹ بولتے ہوں یا کل سیاح بہت جھوٹ بولتے ہوں - بہت سے سیاح جھوٹ سے بچ سکتے اور اگر اس قول کا اس طرح پر مقدمہ بنائیں کہ کل یا عموماً سیاح جھوٹ بولتے ہیں اور یہ قول بھی ایک سیاح کا ہے تو نتیجہ یہ نکلیگا - یہ قول بھی اُسکا ٹھیک نہیں ہے - بلکہ جھوٹا ہے ؛

شاید کسی صاحب کو یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ہم جو سیاحوں اور جہاندیدوں کی نسبت یہ قیاس پیدا کر رہے ہیں - ممکن ہے کہ بعض حالتوں میں صحیح نہ ہوں - جب صحیح نہ ہوئے تو جہاندیدوں پر نکتہ چینیاں کرنے والے بھی دروغگو ہوئے ؛

پہلے دیباچہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ جو کسی کی حالت یا تحریر دیکھکر نیک نیتی سے کوئی نتائج پیدا کرتا ہے تو وہ جھوٹے نہیں ہو سکتا - ورنہ ہماری تحقیقات کا سلسلہ ہی مٹ جاویگا - علوم کے ماہر پرانی عمارتوں کتبوں اور سکوں نیز روپیہ پیسہ کو دیکھکر - اپنی علمی معلومات سے معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ فلاں فلاں زمانہ کی یادگار ہیں - بلکہ کسی بادشاہ یا راجہ کی شکل اور صورت اُس کے حالات سُنکر قایم کر لیتے ہیں - اور اگر اُس میں ارادتاً جھوٹ ملایا جاوے تو وہ توضرور ہی جھوٹ ہو جاویگا - اور اُس کا ہمعصر اُس جھوٹ کو دکھلا کر اُس کی محنت کو ملیامیٹ کر دیگا ؛

تاریخ لکھنے والوں کا جھوٹ

تاریخ لکھنے والوں کا بھی وہی حال ہے جو سیاحوں کا ہے فرق اتنا ہے کہ سیاح عموماً چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں اور تاریخ والے عموماً روایت و درایت سے کام لیتے ہیں - چونکہ اُن میں بھی بہت کچھ بچپن کے الفت محبت کا اثر ہوتا ہے اس واسطے اُن میں بھی اختلاف پڑ جاتا ہے - اور بعض وقت وہ تھوڑے سے فائدہ کے واسطے اس قدر غلطی کرتے

ہیں۔ کہ جس کا آیندہ صدہا سال تک بُرا اثر پھیلتا چلا جاتا ہے۔ جب تک کوئی مثال نہ بتلائی جاوے
تب تک بعض آدمیوں کی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔ جب اورنگ زیب نے اپنے مخالفوں پر سختی
کی تھی۔ اُس وقت جوش پھیلانے کے واسطے یہ بات گھڑی گئی تھی کہ اورنگ زیب بادشاہ
سوا من جنیو اُتار کر یعنے مسلمان کر کے روٹی کھاتا ہے۔ خواہ اُس کے ظاہری معنے لو یا معنوی
دونوں طرح صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اُس وقت تو اس قول سے چنداں جوش نہیں پھیلا۔
کیونکہ جوش پھیلانے والے وہی تھے جو دہلی کے اردگرد رہتے تھے۔ اور وہ اس بات کو جھوٹ جانتے
تھے۔ اس واسطے اُنپر کچھ اثر نہیں پڑا مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا۔ اور تاریخی ذریعہ سے دور
دور ہندوستان اور پنجاب وغیرہ میں پہنچا۔ اُس وقت وہ بُرا اثر ڈالنے لگا کیونکہ جب دور دراز
کا زمانہ گذر جاتا ہے تو تاریخ لکھنے والا جس مذہب اور ملت کا ہوتا ہے۔ اُس مذہب والے تو
ایسی باتوں کو کالوحی من السماء جانتے ہیں۔ اور جو مخالف ہوتے ہیں اُس کو قطعی غلط
سمجھتے ہیں۔ اور پھر مذہبی مباحثے اور جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اُس مسئلہ
کی تحقیقات پر لوگ جھک پڑتے ہیں بلکہ ڈنڈے سوٹے وغیرہ وغیرہ سے جھگڑے فساد شروع
ہوتے ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے تمہارے بزرگوں نے ہمارے بزرگوں کو نقصان پہنچایا
اب ہمکو اُس کے بدلہ لینے کا موقعہ ملا ہے کیوں در گذر کریں۔ دوسرا فریق کہتا ہے اگر بالفرض
کسی ہمارے ہم مذہب نے تمہارے ہم مذہب کو نقصان پہنچایا ہے۔ یا مذہب تبدیل کیا ہے تو ہمارا کیا
قصور ہے۔ وہ کوئی ہمارا باپ دادا یا کسی پشت میں نہ تھا۔ اسوقت گو ہم اُنکے ہم مذہب ہیں۔
مگر بقول تمہارے وہی ہیں جنکو اورنگ زیب یا پہلوں نے زبردستی مسلمان کیا تھا۔ پس ہمارے اوپر
دو زبردستیاں اور سختیاں نہ کرو۔ مگر وہ اُسکا جائز بہانہ بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ خیر تم نہیں تھے
تو تمہارے مذہبی بھائی تھے۔ پھر اس قدر جھگڑے پھیل جاتے ہیں نہیں بلکہ پھیل رہے ہیں کہ
دونوں تباہ ہونے کے کنارے تک پہنچ گئے ہیں اور کوئی نہیں سوچتا کہ بادشاہ جو لڑتے
جھگڑتے ہیں اُنکو تو ملک اور دولت حاصل ہونے کی امید ہوتی ہے۔ یہاں پر کیا فائدہ
سوچ لیا ہے۔ اُس وقت کوئی سوچ ہی نہیں آتا۔ اور ناواجبی تعصب فریقین کو بڑھائے جاتا
ہے۔ سوچنا چاہئے کہ وہ برائی جو اورنگ زیب کے سر دھرتے ہیں اُسی کو آپ اختیار کرتے ہیں۔
ہمکو کیا ضرورت ہے کہ مُردوں کی ہڈیاں نکال کر گنیں اور بھیانک صورتوں پر نظر ڈالیں۔ جب
ہم جانتے ہیں کہ جسکے ہاتھ میں عناں حکومت ہوتی ہے کوئی نہ کوئی ایسا موقعہ آپڑتا ہے کہ اُنکو
ضرور بھیانک صورت بنانی پڑتی ہے۔ کیا اب نہیں ہوتی۔ بڑی بڑی مہذب سلطنتوں میں
اس سے بھی بڑھکر ہوتا ہے۔ چونکہ یہ قریب کا زمانہ ہے سمجھ لیتے ہیں کہ فلاں فلاں ضرورت

کی وجہ سے ایسا ہوا تھا ۔ زمانہ گذرنے دو اور مخالف فریق میں کچھ سکت آنے دو ۔ یہ تاریخیں کیا کچھ اُس میں جوش پیدا نکردینگی ۔ ہماری تو یہ صورت ہی نہیں ۔ ہمارے ہندوستانی کیوں ایک دوسرے کو بھبوڑ رہے ہیں ۔ زیادہ تر تو تاریخ کی غلط فہمی سے یہ جھگڑے پڑے ہوئے ہیں ۔ ہمارے اعلےٰ ممبروں کو چاہئیے کہ ہمارے مدارس میں جو اس قسم کی تاریخیں پڑہائی جاتی ہیں اُنکی اصلاح کی جائے ؛

شاید کوئی صاحب یہ سوال کرے کہ سوا من جنیؤ کی بات کیوں غلط ہے تو اُس کی بابت یہ عرض ہے ۔ دہلی اور آگرہ کے گرد نواح میں جسقدر مسلمان ہیں اُنکے بڑے اورنگ زیب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے ۔ اورنگ زیب کے زمانہ میں تو دہلی وغیرہ کے سوسو میل تک اس قدر مسلمان نہیں تھے کہ کل کے شمار پر جنیؤ کا حساب لگائیں تو ایک من ہو ۔ بلکہ اس وقت بھی سوا من جنیؤ نہیں ہو سکیگا ۔ اور پھر زیادہ تر تحقیقات کروگے تو جو قومیں مسلمان ہوئی ہوئی ہیں وہ جنیؤ نہیں پہنتی تھیں ۔ بلکہ جو قومیں جنیؤ پہنتی تھیں اُن میں سے تو بہت تھوڑے مسلمان ہوئے ہیں ۔ اور خصوصًا برہمن تو کوئی بھی مسلمان نہیں ہوا ہے ۔ معلوم نہیں جنیؤ میں کیا اثر ہے ۔ جس حصار میں وہ تھے اُسی حصار میں چلے گئے ۔ آخر یہ بھی ہندوستان کی ایک پورانی یادگار ہے ۔ اور معلوم نہیں کن کن فوائد پر غور کرکے یہ تجویز ہوا تھا ؛

تاریخ لکھنے والوں نے ملک میں جو جھگڑے پیدا کئے ہیں اُن سے ہماری ترقی کے آگے ایسی آڑ آگئی ہے کہ جب تک دونوں فریق ملکر اُس کو نہ اُٹھاویں وہ ہرگز نہیں اُٹھ سکتی جب تک ایک دوسرے میں مذہبی تعصب بھرا ہوا ہے اُس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا ؛

مصلحان قوم کا جھوٹ

مصلحان قوم سے میرا یہ منشا ہے کہ جو ہمیشہ مذہبی جھگڑے رکھتے ہیں ۔ رات دن زبانی اور تحریری مباحثوں میں لگے رہتے ہیں ۔ اُس کی کئی صورتیں ہوتی ہیں ۔ اپنے مذہب والوں کو غیر مذہب والوں سے لڑانا ۔ یا اپنے مذہب کے دو فریقوں میں لڑائی بھڑائی کرانا ۔ اور اُنکو پھاڑ پھاڑ بہتیوں فرقے بنا دینا یا دیگر دو مذاہب میں جھگڑا اور فساد ڈلوانا ان سب کی کچھ نہ کچھ اغراض ہوتی ہیں ۔ ہم سوچ رہے ہیں کہ ان کا نام کیا رکھیں جیسا ہم غور کرتے ہیں تو مذہب بازی ہی باقاعدہ نام معلوم ہوتا ہے ۔ پتنگ لڑانے والے پتنگ باز اور بٹیر لڑانے والوں کو بٹیر باز اور مرغ لڑانے والوں کو مرغ باز وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں ؛

بعض آدمی یہ کہتے ہیں کہ یہ ڈسکشن اور تحقیقات کا ذریعہ ہے اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ کسی امر کو بحث کے چرخ پر نہ چڑھایا جاوے تو وہ صاف اور چمکدار کیسا ہو۔ یہ مسئلہ تو بالکل سچ ہے اس میں کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر اس موقعہ پر اس کا اطلاق قطعی طور پر نہیں ہو سکتا۔ اکثر جواب و سوال تو الزامی ہی ہوتے ہیں۔ الزامی جواب کیا ہے۔ اپنا قصور تسلیم کرکے نہ ہارنا۔ یا قائل معقول میں سے صرف قائل ہونا اور معقول نہ ہونا۔ یا کسی قصور میں ناک اور کان کٹ جانا اور نادم نہ ہونا بلکہ دندنا کر کہنا ہمارے عیبوں کی طرف کیا نظر کرتے ہو۔ اپنی کرتوت کو تو دیکھو۔ جسکے اصلی معنے یہ ہیں کہ دونوں مذاہب کے دلائل پیش کرنے کے لائق نہیں ؛

اگر یہ بحثیں نیک نیتی سے ہوں تو بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا۔ مگر وہ تو ایک دوسرے کا ہتک کرنے کے واسطے محض غلط اور جھوٹ باتیں پیش کرتے ہیں اور اصلی منشا یہ ہوتا ہے کہ لڑائی کرا کر تماشہ دیکھیں۔ بعض صاحب اس کو تسلیم نہیں کرینگے اور ظاہر فرماوینگے کہ لڑائی سے وہ اپنا فائدہ سوچتے ہیں۔ کوئی تماشہ مراد نہیں ہوتا۔ خیر یوں ہی صحیح لڑائی اور تماشہ ؛

یہ لوگ مکتب اور مدارس میں سے نکلکر اور بعض موجودہ تعلیم اور فضیلت کی پگڑی سر پر دہر کر واعظ اور مولوی اور پنڈت وغیرہ بن جاتے ہیں۔ اور اپنے خیالات کو جو تعلیم کے وقت پیدا ہوئے ہیں اُنکو آ نکالتے ہیں۔ جاہل لوگ جانتے ہیں کہ بڑی بڑی ڈگریاں اور پگڑیاں باندھکر آئے ہیں خدا جانے اُنکے دل میں کس قدر ذخائر بھرے ہوئے ہیں اُنکے کہنے میں آجاتے ہیں جو اُن کے دم میں آجاتے ہیں وہ اُن کا کلمہ بھرنے لگ جاتے ہیں۔ اور جو دم میں نہیں آتے وہ مخالف اور دشمن بن جاتے ہیں اور جھگڑے اور بحثیں شروع ہو جاتی ہیں۔ بعض محب قوم اُنکا دنگل مول لے لیتے ہیں اور تاریخ اور مقام کا نوٹس دیکر عوام کو بلا لیتے ہیں۔ ابھی ٹکٹ اور فیس وغیرہ کا دستور نہیں ہوا شاید آئندہ کو ہو جائے۔ مگر ہوتا وہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ دوسری طرح بھی اُن غریبوں نے لٹنا ہے ؛

جو لوگ بڑی بڑی فضیلت کی پگڑیاں باندھکر نکلتے ہیں۔ اُنھوں نے صرف صرف نحو اور حدیث تفسیر یا فقہ کی کتابیں پڑھی ہوئی ہیں۔ اُن سے انسانی تکمیل نہیں ہوتی اس واسطے انسانیت بھی نہیں آتی۔ انسانیت اُس وقت آتی ہے۔ جب کچھ سال عمل کرتا ہے اور لوگوں سے برتاؤ پڑتا ہے۔ میری سمجھ میں اور نہیں تو دو سال اُس کو اپنے ہاتھ سے میندارہ کراؤ یا دو چار سال تجارت کراؤ۔ اور تمدن اور اخلاق کے سکھلانے والی کتابیں اُس کے مطالعہ میں دو۔ اور کم سے کم تین یا چار سو صفحہ کا رسالہ جس میں اخلاق اور تمدن ذکر ہو اُس سے لکھواؤ۔ غرض اس تعلیم کے بعد پانچ چھ سال تو اچھی طرح سے دنیا کے

برتاؤ کو دیکھنا چاہئے - اور پھر مذہبی ریفارمر بننا چاہئے - ورنہ اُس میں استدلال اور انتقال ذہن کا اصلی مادہ کبھی پیدا نہیں ہوگا - سوائے بک بک کے اور کچھ نہیں جانیگا - یہ جسقدر ہمنے اس معاملہ میں لکھا ہے بہت ہی ناکافی ہے - صدہا نقصان اُٹھا چکے ہیں اور ہزاروں نقصان اُٹھانے باقی ہیں - اگر ہم صرف ایک واقعہ کہ ہندو مسلمانوں نے ایک دوسرے کی مذہبی تردید سے کیا فائدہ اُٹھایا؟ پہل کسنے کی اور کیوں پہل کی - پھر یہ تیغ جلی کی آگ کیوں ہوگئی - جو اُنکے ابتدائی ارادہ تھے اُنپر کامیابی ہوئی یا برخلاف نتیجہ نکلا - اور جو فریقین کی تحریرات ہیں اُن سے کیا کیا اثر پیدا ہوئے - لوگوں کے دلوں میں مذہبی وقر گھٹا یا بڑھا - اور اُسکے ساتھ کس قدر جھوٹ کا دور دورہ رہا - اُن تردیدوں اور مباحثوں سے پہلے فریقین کا کیا حال تھا - کون اپنے مقاصد میں زیادہ کامیاب ہوتا تھا اور کون نہیں کامیاب ہوتا تھا ان جھگڑوں اور مباحثوں میں زیادہ نقصان کس نے اُٹھائے وغیرہ وغیرہ کا خیال کرینگے تو معلوم ہو جاویگا - یہ مضمون کس قدر لمبا ہے ؛

اگر ہمارے واعظوں کو علم اجسام اور معقول اور علم اخلاق پر بھی کافی عبور رہو - تو بھی نشیب فراز زمانہ سے واقف ہو جائیں اور کسی کو ناواجبی نہ ستائیں

باب سیوم

خفیف جھوٹ

قسم اول معمولی بات چیت میں جھوٹ

ہماری کسی مجلس میں چلے جاؤ خواہ وہ تعلیم یافتوں کی جماعت ہو یا جاہلوں کی - اسقدر لغو اور جھوٹ اور خلاف ازقیاس باتوں کے تودے اور انبار لگے ہوئے ہوتے ہیں کہ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی یہ کہنے لگتا ہے کہ تمام جہان کے جھوٹ وطوفان مال گاڑیوں میں لد کر یہیں آگئے ہیں - کوئی ایسا نہیں جو بے پر کی نہ اُڑاتا ہو - کوئی اسکا نام دل بہلانے کی مجلس رکھتا ہے کوئی تراوت المغز کہتا ہے ؛

بھکڑ تولنے کا مادہ تو اُن میں بہتیرا پیدا ہو جاتا ہے - ہر بات کو ہنسی مزاخ میں اُڑا

دیتا ہے - اگر آٹھ پہر میں گھنٹہ آدھ گھنٹہ ہی کسی خاص وقت یا خاص مجلس میں ہوتا تو چنداں ہرج نہ ہوتا - مگر اُن کا تو رات دن یہی وظیرہ رہتا ہے - میں بہتیرے ایسے آدمیوں کو جانتا ہوں کہ اُنکی جسمی بناوٹ اور تعلیم میں کوئی کمی نہیں ہے - مگر اُن میں استنباط اور انتقال ذہن کا مادہ پیدا نہیں ہوا - اور بعض نے جو ایسی لغو مجلسوں میں آنا جانا چھوڑ دیا اور اپنے دماغ کو کلٹیویٹ کرنا شروع کیا تو اُن میں وہ مادہ پیدا ہو گیا تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُسوقت اُسکے دماغ میں ترو تازگی نہیں آئی تھی - اُنھوں نے برعکس نہند نام زنگی کافور اپنی مجلسوں کا نام تراوت المغز رکھ لیا ہے ؞

بچے اور جوان اور بوڑھے ایسی مجلسوں میں آ کر ایک ہی رنگ میں رنگے جاتے ہیں - ہم بڑے بوڑھوں کو تو کچھ نہیں کہتے اور کہیں بھی تو کیا ہوتا ہے - اُن کے دماغ کا آئینہ دیرپا ہو جیسے ایسا دھندلا پڑ گیا ہے کہ اُسکا صاف یا صیقل ہونا بہت مشکل ہے - صاف کرنیکی چنداں ضرورت بھی نہیں رہی کیونکہ اب دنیا سے بہت تھوڑا حصہ لینا ہے - ہاں عجز اور انکسار سے اُنسے اسقدر عرض کرتے ہیں کہ بچوں پر تو رحم کرو اُنھوں نے ابھی بہت کچھ دیکھنا ہے تمھاری تو خیر ایسا ہی زمانہ تھا جو کٹ بھی گیا مگر اب زمانہ ایسا نازک ہے کہ کاٹے بھی نہیں کٹیگا ؞

یہ بچے ہیں جس چیز کو دیکھتے ہیں اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں - بُرائی بھلائی کی کچھ تمیز نہیں کرتے - اور خصوصاً جس میں بوڑھے اور جوانوں کو حصہ لیتے ہوئے دیکھیں اُس میں تو اُنکو ذرا بھی خیال نہیں ہوتا کہ اسمیں کچھ برائی ہوگی جب ہم جانتے ہیں کہ نوعمر بچے بہت جلد دوسرے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں تو پھر کیوں بچوں کو ایسی صحبتوں میں بھیجنا پسند کرتے ہیں جہاں اُنکی آیندہ زندگی تلخ ہو جائے - کہتے ہیں بوڑھوں کو بچوں کیساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے ممکن ہے کہ یہ سچ ہو کیونکہ اکثر حالتوں میں پیرانہ سالی کمعمری یعنے بچپن کی طرف رجعت القہقری کرتی ہے - جوں جوں ضعیف العمر ہوتا ہے اُسکی عقل ویسی ہی ناقص ہوتی جاتی ہے جیسی بچہ کی - پس اس صورت میں بوڑھوں اور بچوں میں ایک ہی مناسبت ہوئی - اُنکو بچوں کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے ؞

جوانوں کو تو ہم کہتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں اُنکی پیش بینی یا انجام بینی کچھ ایسا ہی پہلے لئے ہوئے ہوتی ہے - کہ بلا سوچے سمجھے اچھا یا برا حکم لگا دیتے ہیں اپنے خیالات بغیر کسی کو ٹھیک ہی نہیں سمجھتے - جوانی دیوانی مشہور ہے ؞ گو جوانی کا کچھ اثر ہوتا ہے - مگر زیادہ تر بری صحبتیں ستیاناس کرتی ہیں - بہتیرے جوان ہیں جنکو خدا نے عقل اور سمجھ دی ہے اور اچھی سوسائٹی میں پرورش پائی - اگر اُنکی یہی حالت رہی تو چالیس سال کے بعد جب اُسکے اعلےٰ قوائے کی تکمیل ہو جائیگی اپنے وقت کے ریفارمر ہونگے ؞

مجھے معاف فرماویں میں کچھ آپکی مجلسوں کے ذکر اذکار کرکے پوچھتا ہوں - اس سے کیا فائدہ - ایک نے سانپ کی چلائی تو اُس کا گھنٹوں ذکر چلا گیا اور ریچھ اور بھوت چڑیل کا ذکر شروع ہو گیا تو ختم ہونے میں نہیں آتا کسی کو باری نہیں آتی کہ اپنا دلچسپ قصہ سنا کر محظوظ ہو ہزاروں اُس میں جھوٹ ہوتے ہیں ؞

جو ہمارے بوڑھے ہیں اور کبھی گورنمنٹ کی ملازمت کرلی ہے تو اکیلے نے ہزاروں فوجوں کو بھگا دیا - اور اگر

سول میں ہوا تو نا پ سناپ جھوٹی باتیں سنانا شروع کی ہمنے فلانے کو نیچا دکھلایا۔ افسر تک ہم سے کانپتے تھے۔ سرکاری کام تو ایک دن بھی کر کے نہیں دیا۔ گھر میں ہی بیٹھے بٹھائے کام چلایا۔ یوں کیا یاں کیا ؛

خیر تمنے تو جو کچھ جھوٹ سچ سے ہو سکا کیا۔ اب تم بچوں کو کیوں تحریک کرتے ہو کہ وہ بھی فرضی کام کریں وہ تو تم نے خود ہی شرارتیں سیکھی تھیں اور خود انکو سنبھال سکے۔ مگر اب جو آپ لڑکوں کو تعلیم دیتے ہیں بھلا سنی سنائی سے کب تک مقابلہ کرینگے۔ اگر انہوں نے سن سنا کر جھوٹ فریب سے کام نکالا تو دس روز میں بدنام ہونے ایک روز میں ہو جائینگے۔ ذرا مہربانی کر کے اپنی زبان کو روکو اور موقعہ محل کا خیال کرو۔ اسوقت ہمارے ملک کا بہت برا حال ہو رہا ہے اور اسکا اصلی سبب جھوٹ ہی ہے۔ جب تم اپنی نالائقی کی باتیں انمیں پھیلاؤ گے تو وہ اور ابتر ہوتا جائیگا

ہماری خط وکتابت میں جھوٹ۔

پہلے تو القاب و آداب میں اسقدر جھوٹ تھا کہ انسانیت سے ہی خارج کر دیتا تھا اور جسقدر ایک ذلیل فقیہ کے الفاظ لکھ سکتے تھے لکھتے ہی چلے جاتے تھے اور یہ نہیں خیال کرتے تھے کہ انسان بے بنیاد کیواسطے کیوں ایسی جھوٹی تعریف کیجائے جو کسی طرح بھی انسان کے شایان نہیں ہے۔ خیر اب یہ تو نہیں رہا۔ مگر ابھی تک اور کئی طرح کے جھوٹ موجود ہیں مثلاً خواہ کسی دوست کا وقت پر خط پہنچگیا اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا اسکی تعمیل بھی اچھی طرح سے کر سکتا ہو مگر کاہلی اور سستی سے اسکو پورا نہیں کیا۔ تو اسکا جواب یوں دیا جاویگا۔ مجھے آپکا خط وقت پر نہیں ملا ورنہ دل و جان سے کوشش کرتا۔ یا میں نے بہت ہی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ افسوس ہے آپکا آدمی وقت پر نہیں پہنچا اگر ایک روز پہلے آجاتا تو ضرور کام بن جاتا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ آپکا قریبی رشتہ دار ہے تو اسکا کبھی نقصان نہ ہوتا۔ اسنے بھی غلطی کی کہ مجھے کبھی نہیں بتلایا۔ میں ضرور تاریخ مقررہ پر پہنچ جاتا اگر فلاں فلاں ضروری کام نہ ہوتا۔ میں تو رات دن آپکے مال جان کے حقمیں دعا کرتا رہتا ہوں۔ میں ہر وقت آپکا نام جپتا ہوں یا آپکو تسبیح پڑھتا ہوں۔ آپ اور آپکے بال بچے ہر وقت یاد آتے ہیں۔ تین چار عریضہ نیاز نامہ روانہ کر چکا ہوں جواب کچھ جواب نہ ملا معلوم ہوتا ہے کوئی وجہ ناراضگی ہے۔ براہ مہربانی ناراضگی معاف فرماویں۔ حضور کی قدمبوسی کو بہت دل چاہتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہفتہ عشرہ میں نیاز حاصل کرونگا۔ وغیرہ وغیرہ اکثر اس قسم کے معمولی جھوٹ ہیں کہ کاتب و مکتوب الیہ دونوں سمجھتے ہیں بھلا ایسے جھوٹوں سے کیا فائدہ۔ اور جو معاملات میں جھوٹ ہوتے ہیں مثلاً باوجود خط پہنچ جانیکے خط پہنچنے سے انکار کیا اور بہت ہی ضروری کام نہ کر سکا تو اس سے صرف اسکے دوست کو ہی اسکی نسبت بدگمانی ہوگی بلکہ وہ بھی کاہل و سست ہوتا چلا جائیگا اور محنت اور چستی چالاکی جسقدر کام کرنیکے وصف ہیں آہستہ آہستہ وہ سب زائل ہوتے جائینگے۔

ظریفانہ جھوٹ

ظرافت تو بری نہیں ہے البتہ جس ظرافت میں جھوٹ ہو وہ بہت ہی نقصان دہ ہے چونکہ ظرافت پر ایک رسالہ لکھا گیا ہے اس میں مفصل ذکر ہے اس واسطے چھوڑتا ہوں ❊ تمت

فہرست مضامین — بھیجنے ٹکٹ آدھ آنہ پر مفت

گنجینۂ زراعت

یہ رسالہ سر دار محمد صاحب ڈپٹی کلکٹر اور دیگر ممبران محمڈن فیملی کی چالیس سالہ محنتوں اور تجربوں کا نتیجہ ہے۔ اس میں پہلے زمینداروں کی حالت پھر افلاس کے بھنور سے نکلنے اور ترقی کرنے کے اصول بتلائے ہیں۔ اس کے حصہ اول میں تو صرف زمینداروں اور کاشتکاروں کی اصلی حالت کا فوٹو ہے اور ان کے سنورنے اور بگڑنے کے اسباب کے علاوہ اپنی مہربان گورنمنٹ سے حقوق مانگنے کے طریق میں جتلائے ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ زمیندار جسمانی اور ذہنی قوتے کے لحاظ سے گورنمنٹ کی کون کون سی خدمت ادا کرتے ہیں۔ دوسرے حصہ میں مختلف حصص ہندوستان اور خصوصاً پنجاب کے بہت سے حصوں کی زمین کی مختلف حالت اور حیثیت اور اس کی تقسیم وغیرہ وغیرہ اور موجودہ آلات کشاورزی کی حالت اور اُن کی اصلاح اور پانی کے نکال لینے کے وسائل اور توڑ و ڈال چاہات کی آبپاشی کے خرچ اور آمد کے اسٹیمیٹ۔ کھات۔ کوڑا کے تیار کرنے اور جمع رکھنے کے قواعد اور ان کے فوائد اور نقصان بتلائے گئے ہیں +

دوسرے باب میں خریف۔ ربیع اجناس کی کاشت کے طریق اور بیج ڈالنے کے طریقے کہ اس وقت ہم کیوں دو چند سہ چند بیج ڈال رہے ہیں۔ زراعت کی بیماریوں کے عجیب و غریب علاج دکھلا کر ثابت کر دیا ہے کہ ہم اگر زراعت کے علم سے واقف ہوں۔ تو کس قدر ترقی کر سکتے ہیں +

سوم مفید تتمہ مثلاً ماپ تول۔ گاؤں کی آبادی کس طرح ہونی چاہیئے۔ زراعت کی منڈیاں بڑی بڑی اجناس کی آمد و خرچ کا مجموعی نقشہ۔ تقریباً ایک سو ضرب المثلیں معہ تشریحات جن سے عام ویہاتیوں اور امیدواروں کو واقف ہونا چاہیئے درج کر دیئے ہیں۔ یہ رسالہ جس قدر زمینداروں کے واسطے بہت مفید ہے۔ اس سے زیادہ ہمارے بندوبست اور سٹلمنٹ افسروں اور ماتحت ملازموں کو تشخیص بندوبست وغیرہ میں کارآمد ہو سکتا ہے۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک دو روپے دس آنے (۲؍۱۰)

المشتہر

موکل محمڈن فیملی ضلع لاہور